دشتِ طلب

پیارے آقا حضرت امام جماعتِ احمدیہ کا تازہ منظوم کلام

دشتِ طلب میں جا بجا بادلوں کے ہیں دَل پڑے
کاش کِسی کے دِل سے تو چشمۂ فیض اُبل پڑے

بے آسراؤں کے لئے کوئی تو اشکبار ہو
پیاس بجھے غریب کی تشنہ لبوں کو کل پڑے

بادِ سموم سے چمن دردوں، دُکھوں سے لد گیا
آہِ فقیر سے مِرے اشک اُبل اُبل پڑے

چشمِ حزیں کے پار اُدھر دردِ نہاں کی جھیل پر
کِھلتے ہیں کیوں کسے خبر حسرتوں کے کنول پڑے

سُود و زیاں، سرور و غم، روشنیوں کے زیر و بم
آس بجھے تو یاس کے دِیپ کی لَو اُچھل پڑے

بہکی ہوئی تھی چاند رات، ڈول رہی تھی کائنات
نُور کی مَے اُتر رہی تھی چاند سے جیسے طَل پڑے

صبر کا درس ہو چکا اب ذرا حالِ دِل سُنا
کہتے ہیں تجھ کو ناصحا! چین نہ ایک پَل پڑے

آنکھ میں پھانس کی طرح ہجر کی شب اٹک گئی
اے میرے آفتاب آ رات ٹلے تو کل پڑے

کون رہِ فراق سے، لَوٹ کے پھر نہ آ سکا
کِس کے نقوشِ منتظر رہ گئے بے محل پڑے

ساقیٔ بے نیاز کی بے سرو پا تلاش میں
دیر و حرم کو چھوڑ کر رِند نکل نکل پڑے

راہِ بقا میں منزلِ مرگ پہ سب مچل گئے
ہم بھی رُکے رُکے سے تھے اِذن ہُوا تو چل پڑے

فروری ۱۹۹۰ء

(ایڈیٹر)
مبشر احمد ایاز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماہنامہ

خالد

ربوہ

جلد ۳۷

شمارہ ۲

تبلیغ ۱۳۶۹ ہش

فروری ۱۹۹۰ء

ایڈیٹر

مبشر احمد ایاز

اس شمارہ میں

قیمت: ـــــ سالانہ تیس ۳۰ روپے

فی پرچہ: تین روپے

پبلشر:۔ مبارک احمد خالد ـــــ پرنٹر:۔ قاضی منیر احمد ـــــ مطبع:۔ ضیاء الاسلام پریس ربوہ

مقامِ اشاعت:۔ دفتر ماہنامہ خالد، دارالصدر جنوبی۔ ربوہ

اداریہ

وَذَكِّرْهُمْ بِاَيَّامِ اللهِ

دِن اپنی ذات میں تو کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ جب سے یہ کائنات بنی ہے دنوں، مہینوں اور سالوں کا حساب جاری ہے لیکن بعض وقت اور بعض دن ایسے ہوتے ہیں جو ہمیشہ کے لئے یاد رکھے جاتے ہیں اور وہ دن وہ ہوتے ہیں جب خدائے ذوالجلال و الاکرام اپنی قدرت کی زبردست تجلّیات ظاہر کرتا ہے۔ جب ہم مذہب کی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں اور قرآن کریم کے بیان کردہ واقعات کو پڑھتے ہیں تو بے شمار دن ایسے نظر آتے ہیں جو کہ یادگار دن کہلائے جا سکتے ہیں۔ مثلاً حضرت موسیٰؑ کا مع اپنی قوم کے فرعون سے نجات پانے والا دن۔ اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں تو بے شمار ایسے دن ہیں کہ جو کبھی ہم بھلا نہیں سکتے کہ کس طرح خدا تعالیٰ نے اپنی بے انتہاء قدرتوں اور رحمتوں کے ساتھ جلوہ نمائی کی۔ ایسے دنوں کو خدا تعالیٰ قرآن کریم میں "ایام اللہ" یعنی اپنے دنوں سے یاد کرتا ہے۔ (سورۃ ابراہیم آیت ۶)۔

۲۰ فروری کا دن ایسے ہی دنوں میں سے ایک دن ہے۔ جس دن خدا تعالیٰ نے اپنے قادر ہونے کا ثبوت دیا۔ جب حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ نے جنوری ۱۸۸۶ء میں (دینِ حق۔ ناقل) کے غلبہ کی خاطر دعائیں کرنے کیلئے ہوشیارپور میں چِلّہ کشی کی تو ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کو خدا تعالیٰ نے آپ کی ساری دعاؤں کو شرفِ قبولیت بخشتے ہوئے فرمایا کہ:-

"مَیں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اُسی کے موافق جو تُو نے مجھ سے مانگا سو مَیں نے تیری تضرعات کو سُنا اور تیری دعاؤں کو بپایۂ قبولیت جگہ دی"

اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کو "قدرت اور رحمت" کا نشان قرار دیا۔ اِس طرح یہ دن وہ مبارک دن بن گیا جس میں مُردہ رُوحوں کو ابدی حیات کا جام پلایا گیا۔ یہ دن وہ دن ہو گیا کہ جس میں "(دینِ حق۔ ناقل) کا شرف" ظاہر ہوا اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ گیا۔ اِسی دن خدا تعالیٰ نے ایک ایسے "زکی غلام" کی خوشخبری بھی دی کہ جس کا ذکر ہزاروں سال سے خدا کے برگزیدہ کرتے چلے آ رہے تھے اور جس کی بابت حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی پیشگوئی فرمائی تھی کہ "یَتَزَوَّجُ وَیُوْلَدُ لَہٗ"۔ اِس پیشگوئی کے مطابق حضرت مصلح موعود کی ولادت باسعادت ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء کو ہوئی جن کے متعلق ۲۰ فروری کے مبارک دن کو فرمایا تھا کہ "وہ صاحبِ شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا"۔ "وہ زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا"۔ ۲۰ فروری کا دن وہ مبارک دن تھا کہ خدا تعالیٰ نے اپنی رحمت اور قدرت کا ظہور فرمایا تھا اور آسمان سے اُس مسیحِ محمدی کو مخاطب کر کے فرمایا تھا کہ "اے مظفر تجھ پر سلام"۔

پس آئیں ہم ۲۰ فروری کے اُس دن کی برکتوں اور رحمتوں کو حاصل کرنے کی کوشش کریں ۔ دعاؤں کے ذریعہ سے، خدا کے حضور سربسجدہ ہوکر، اُس کے آستانہ پر جبینِ نیاز کو جھکاتے ہوئے اپنے اشکوں کے نذرانے اُسکے دربار میں پیش کریں اور اُس قادر اور رحیم و کریم خدا کو اُس کے اُسی کلام کا واسطہ دے کر کہیں جو اُس نے اپنے پیارے سے کیا اور عرض کریں کہ اے خدا ابھی ایک دُنیا اِس پیشگوئی کے فیض سے دُور بیٹھی ہے اس کو بھی اپنے اس کلام کے طفیل اپنے پاک بندوں میں داخل کر تا اس پر بھی کلام اللہ کا شرف اور مرتبہ پوری شان کے ساتھ ظاہر ہو اور وہ بھی تیرے غلاموں میں شامل ہو جائیں۔ آمین

مطہّر بننے کا گُر

"جب تک انسان جُھوٹ کو ترک نہیں کرتا وہ مطہّر نہیں ہو سکتا۔ نابکار دُنیا دار کہہ سکتے ہیں کہ جُھوٹ کے بغیر گذارہ نہیں ہوتا یہ ایک بیہودہ گوئی ہے اگر سچ سے گذارہ نہیں ہو سکتا تو پھر جُھوٹ سے ہرگز گذارہ نہیں ہو سکتا افسوس کہ یہ بدبخت لوگ خدا تعالیٰ کی قدر نہیں کرتے۔ وہ نہیں جانتے کہ خدا تعالیٰ کے فضل کے بدُوں گذارہ نہیں ہو سکتا۔ وہ اپنا معبود اور مشکل کُشا جُھوٹ کی نجاست ہی کو سمجھتے ہیں اِس لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں جُھوٹ کو بُتوں کی نجاست کے ساتھ وابستہ کر کے بیان فرمایا ہے"۔

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۲۴۴)

"کذب کے اختیار کرنے سے اِنسان کا دِل تاریک ہو جاتا ہے"۔

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۲۴۵)

کلام الامام امام الکلام

بشارت دی کہ اِک بیٹا ہے تیرا　　جو ہو گا ایک دِن محبوب میرا
کروں گا دُور اُس مہ سے اندھیرا　　دکھاؤں گا کہ اِک عالَم کو پھیرا
بشارت کیا ہے اِک دِل کی غذا دی　　فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

○

لختِ جگر ہے میرا محمود بندہ تیرا　　دے اس کو عمر و دولت کر دُور ہر اندھیرا
دِن ہوں مُرادوں والے پُرنور ہو سویرا　　یہ روز کر مُبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

○

اے میرے دِل کے پیارے اَے مہرباں ہمارے　　کر اِن کے نام روشن جیسے کہ ہیں ستارے
یہ فضل کر کہ ہو ویں نیکو گُہر یہ سارے　　یہ روز کر مُبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

(انتخاب از "دُرِّثمین" اُردو)

سیّدی حضرت مصلح موعود (اللہ آپ سے راضی ہو)

کا

شوقِ مطالعہ

(از قلم محترم صاحبزادہ مرزا حنیف احمد صاحب)

خدا تعالیٰ کے فرمان کے مطابق انبیاء اور مرسلین کی بعثت کی غرض یہ ہوتی ہے کہ انسان کی ہدایت کا سامان فراہم کیا جائے اور آسمانی تعلیم کے ذریعہ سے ان نظریات اور اعمال کی نشاندہی کی جائے جن کو اختیار کر کے انسان اپنی اخلاقی اور روحانی استعداد اور قابلیت کی انتہاء تک پہنچ سکے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَيُؤْتِ كُلَّ ذِي فَضْلٍ فَضْلَهُ (ہود: ۴)

یعنی اِن امور پر مواظبت سے ہر ایک سالک اپنی اپنی استعداد کے مطابق درجات اور مراتب کو پائے گا۔

اِسی منشاء کے تحت باری تعالیٰ جلّ شانہٗ اپنی جناب سے انبیاء اور مرسلین پر ایک پاک تعلیم نازل فرماتے ہیں جو اپنی صداقت اور برکات میں کامل ہونے کی بناء پر انسان کی مادی، اخلاقی اور روحانی ترقیات کی ضامن ہوتی ہے اور انسانی فطرت سے کامل مطابقت رکھنے کی وجہ سے انسان کے لئے ایک عظیم الشان کشش رکھتی ہے۔

اِس سچی اور مؤثر تعلیم کے نزول کے بعد انبیاء کو حکم دیا جاتا ہے کہ جو تعلیم ان پر نازل ہوئی ہے اسکے قیام اور اس کی اشاعت کے لئے کوشش کرو اور اپنے قول و فعل سے اِس تعلیم کی افادیت کے ثبوت فراہم کرو تاکہ اِس کے حُسن و خوبی کی شناخت کا ملکہ انسان میں زندہ ہو۔ فرمایا:۔

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ۔ (المائدہ: ۶۸)

یعنی اے رسول! جو تعلیم تجھ پر نازل کی گئی ہے اس کی اِشاعت و اِبلاغ کی کوشش کرو۔ آسمانی تربیت اور درس و تدریس کا نظام اِنہی دو صداقتوں پر قائم کیا گیا ہے۔ اوّل۔ تعلیمِ کامل۔ دوم اِبلاغِ کامل۔ تربیت کے لئے اِن دونوں امور کا قدم بقدم ساتھ ہونا ضروری ہے۔

تعلیم اپنی تمام خوبیوں اور محاسن کے باوجود اشاعت اور ابلاغ کے بغیر ایک غیر متحرک فلسفہ اور ایک بے فائدہ چیز ہو کر رہ جاتی ہے اور اِبلاغ یعنی اشاعت۔ تعلیم کے کامل نہ ہونے کی صورت میں ایک بے سُود مشغلہ اور بے کار کوشش ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے ہادی اور رہبر خدا نے انبیاء کو صرف آسمانی تعلیم کے ابلاغ اور

اشاعت کا حکم ہی نہیں دیا بلکہ ابلاغِ رسالت کے وہ تمام اسالیب اور انداز بھی بتائے جن کے ذریعہ اشاعتِ دین کا فریضہ ادا ہو سکتا تھا۔

فرمایا: اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ۔ (نحل : ۱۲۶)

یعنی لوگوں کو حکیمانہ طور پر اور اچھے انداز میں خدا تعالیٰ کی تعلیم کی طرف متوجہ کرو اور ان کو وہ چیز پیش کرو جو ان کے نظریات اور ان کے اعمال سے بہتر ہو۔ اس فرمان میں خدا تعالیٰ نے آسمانی تعلیم کی اشاعت اور ترویج کے درج ذیل اسالیب بیان فرمائے ہیں۔

۱۔ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ۔ ذاتی قدر و منزلت اور قومی مفاد کے پیشِ نظر نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی عظمت کو قائم کرنے کے لئے اشاعت کرو۔

۲۔ بِالْحِكْمَةِ۔ جو ہر شخص اور قوم کے رجحانات اور پسند اور ناپسند کی روشنی میں اور ان کی استعداد کے مطابق ہو۔

۳۔ اَلْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ۔ اچھا اندازِ تخاطب اور پُرکشش اسلوب کو اختیار کرو۔

۴۔ جَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ۔ اور اُن کے سامنے ایسی تعلیم پیش کرو جو اُن کی تعلیم اور نظریات سے بہتر ہو۔

اسالیبِ اشاعتِ دین کی وضاحت میں جو دریائے معانی اس آیتِ کریمہ میں رواں دواں ہے اس کو بیان کرنا مقصود نہیں ہے اپنے موضوع کے دائرہ میں رہتے ہوئے یہ کہنا کافی ہے کہ ایک روحانی معلّم کے لئے اس آیتِ کریمہ سے یہ ہدایات اخذ کی جا سکتی ہیں یعنی روحانی معلّم کے لئے لازم ہے کہ وہ

اوّل: اپنے دین کا علم رکھتا ہو۔

دوم: اپنے وقت کے علمی اور تمدنی رجحانات سے متعارف ہو۔

سوم: اور اپنے وقت کے انسان کی نفسیات اور اس کی پسند و ناپسند کو سمجھتا ہو۔

اس حکمِ خداوندی کی بجا آوری میں اور ان ہدایات کی روشنی میں انبیاء اور ان کے جانشین اور متبعین آسمانی تعلیم کی اشاعت .... کا فریضہ ادا کرتے ہیں۔ انبیاء اور مرسلینِ کرام کی وفات کے بعد ان کی لائی ہوئی تعلیم کے سب سے بڑے اور اوّل معلّم ان کے جانشین ہی ہوتے ہیں اس لئے وہ اس منصب کے حقوق کی بجا آوری کیلئے اکتسابِ علم اور اشاعتِ دین کے کام میں سب سے زیادہ اور سب سے بہتر محنت اور مجاہدہ دکھاتے ہیں۔

حضرت مصلح موعود نے اشاعتِ دینِ حق اور احمدیت کی ذمہ داریوں کو بجالانے کے لئے اکتسابِ علم کے لئے عظیم الشان محنت اور جانفشانی سے مجاہدہ کیا اور دینی اور دنیاوی علوم کی کتب کے مطالعہ کو اپنی زندگی کا اہم ترین مقصود بنا لیا۔ اپنے دن اور راتیں اس کوشش میں گذاریں اور اپنے مال کو حصولِ کتب کے لئے بے دریغ خرچ کیا۔ آپ کا مطالعہ اور شوقِ کتب بینی بہت متنوع تھا۔ آپ عادتاً کسی بھی علم اور کسی بھی فن کی کتاب کو پڑھ لیا کرتے تھے مگر منصبِ امامت کی ذمہ داریوں کے پیشِ نظر آپ نے اپنے مطالعہ اور اکتسابِ علم کو دو حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ اوّل۔ دینی علوم کا مطالعہ۔ دوم دنیوی علوم و نظریات کا مطالعہ۔ دینی علوم کے عنوان کے تحت قرآن کریم، حدیث، تفسیر، علمِ کلام اور علمِ تاریخ

و آثار آتے ہیں اور پھر ان تمام علوم کا اکتساب حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ارشادات اور عرفان کی روشنی میں کرنے کے لئے حضرت اقدس کی کتب کا مطالعہ بھی اس میں شامل ہو جاتا ہے۔ ان تمام علوم کے اکتساب اور مطالعہ کی حقیقی شہادت آپ کی تصانیف اور تقاریر فراہم کر رہی ہیں۔ قرآنی علوم کے مطالعہ کی شہادت آپ کی شہرۂ آفاق تصنیف "تفسیر کبیر" اور "دیباچہ تفسیر القرآن" ہے اور دیگر.... علوم کا اکتساب آپ کی اُن.... مساعی اور دیگر تصانیف سے ثابت ہے جو آپ نے اشاعتِ دینِ حق کے سلسلہ میں اپنی ساٹھ سالہ فعّال زندگی میں تخلیق کیں اور دینِ حق کے مقابلہ پر تمام ادیان اور نظریات کے نقائص اور کم ظرفیوں کو بیان کیا۔

علمِ فقہ دراصل علمِ قرآن اور علمِ حدیث کی ایک معنوی نوعیّت کا نام ہے اس لئے اگر علمِ قرآن وحدیث ثابت ہے تو علمِ فقہ میں دسترس ہونا ایک لازمی نتیجہ ہے۔ آپ کی علمی کوششوں پر نظر ڈالنے سے یہ بات بھی پوشیدہ نہیں رہتی کہ دینی علوم میں جس علم سے آپ کو قلبی مناسبت تھی وہ علمِ قرآن اور فہمِ قرآن ہے۔ فہمِ قرآن سے متعلق تو ذکر ہوا ہے کہ آپ کی تصنیف "تفسیر کبیر" آپ کے شوق اور حاصلِ مطالعہ کا ایک ایسا آئینہ ہے جو آپ کی ذہنی اور علمی عظمت اور شان کے تمام نقوش کو اجاگر کر رہا ہے مگر علمِ قرآن میں آپ کے وسعتِ مطالعہ کی شہادت دراصل آپ کی تصنیف "دیباچہ تفسیر القرآن" مہیا کرتی ہے۔ اس تصنیف میں الٰہیات اور اس کے متعلقہ عنوانات کے تحت کونسا موضوع اور عنوان ہوگا جس پر آپ نے عالمانہ انداز میں سیر حاصل بحث نہ کی ہو اور دیگر صحفِ مقدسہ کے مقابل پر قرآن کریم کی برتری کے کیا ثبوت ہوں گے جو آپ نے بیان نہ کئے ہوں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ آپ کی تمام تصنیفات میں آپ کے علمی تبحر اور وسعتِ مطالعہ کو یہ تصنیف سب سے بہتر طور پر ثابت کرتی ہے۔ ظاہر ہے کہ قرآنی علوم اور قرآنی عرفان پر ایسی عظیم الشّان تصنیفات کی تخلیق قرآن کریم کے عظیم الشّان مطالعہ اور تلاوت سے ہی ممکن ہوئی ہوگی۔ مگر شوق اور لگن ایک ایسی چیز ہے جو قُرب وجوار میں رہنے والوں کو ہی نظر آتی ہے اس لئے شوق کی کیفیات کو بیان کرنے کے لئے مشاہدہ ضروری ہوتا ہے۔ آپ کو مطالعہ قرآن کا ایسا شوق تھا جس میں عاشقانہ کیفیّت اور انداز جھلکتا تھا۔ عام دستور کے مطابق تلاوتِ قرآن کے لئے کوئی مخصوص وقت مقرر نہیں تھا کہ صبح کو تلاوت قرآن کی اور پھر دوسری صبح تک اس کو فراموش کر دیا۔ اس کام کے لئے آپ نے کوئی خاص وقت مقرر نہیں کر رکھا تھا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ یہ کام اپنے قلب کے اشارے پر کرتے ہیں اور قلب کا یہ حال تھا کہ اکثر قرآن کریم کی تلاوت کی طرف مائل رہتا تھا۔ تلاوتِ قرآن کی اس عاشقانہ کیفیّت میں کوئی تکلّف اور رکھ رکھاؤ بھی نہیں تھا ایک جوش اور محبّت کی کیفیّت ہوتی تھی کہ کبھی بیٹھ کر پڑھ رہے ہیں اور اکثر ہاتھ میں قرآن کریم کو پکڑے ہوئے تیز قدموں سے چلتے ہوئے بھی پڑھ رہے ہیں۔ شاید یہ کیفیّت حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے عشقِ قرآن کا ایک پرتَو تھا جس کو حضرت اقدس نے اس شعر میں بیان کیا ہے ؎

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چُوموں
قرآں۔ کے گرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے

دنیاوی علوم کا مطالعہ

کہا جاچکا ہے کہ فرمانِ خداوندی کی روشنی میں دینِ حق کا اِبلاغ کرنے والے کے لئے اپنے وقت کے انسان کے علوم اور رُجحانات کا علم حاصل کرنا بھی ضروری ہے۔ حضرت مصلح موعود کا دُنیوی علوم اور نظریات کا مطالعہ بھی بہت وسیع اور متنوع تھا۔ خاص علوم میں آپ ہر علم کے مبادیات سے واقف ہونے کا شوق رکھتے تھے اِس مقصد کے لئے آپ نے بہت سے اِنسائیکلوپیڈیا اور دیگر کتب خرید کر اپنے کتب خانہ میں جمع کی تھیں جن کو گاہ بگاہ اور حسبِ ضرورت زیرِ مطالعہ لاتے تھے۔ دُنیوی علوم کے اکتساب کا یہ طریق بھی اپنایا تھا کہ جب کبھی کسی صاحبِ علم و فن سے ملاقات ہوتی تو آپ اُن اصحاب سے ان کے علم کے بارے میں استفسار کرتے اور بہت زیرک اور ذہین انسان ہونے کی وجہ سے تھوڑے وقت میں ہی ان علوم وفنون کی مبادیات سے متعارف ہوجایا کرتے تھے اور پھر اس علم وفن پر بے تکلّفی سے گفتگو کر لیا کرتے تھے۔ مَیں نے مختلف علوم وفنون رکھنے والے اصحاب سے سُنا ہے کہ وہ آپ کی ملاقات کے بعد ان کے اپنے علم وفن کے اعتبار اور نسبت سے آپ کے علم اور ذہانت کی تعریف کرتے تھے۔ مجھے یاد ہے کہ محترم پروفیسر قاضی محمد اسلم صاحب نے ایک مرتبہ بیان کیا کہ وہ فلسفہ کے مضمون کے چند ہونہار طلباء کو حضور رسیدی کی ملاقات کی غرض سے آپ کے پاس لے گئے۔ ملاقات کے بعد ان طلباء نے حیرت سے کہا کہ وہ تو خیال کرتے تھے کہ دینی مسائل پر گفتگو ہوگی مگر حضرت صاحب نے فلسفہ کے موضوع پر ہی کلام فرمایا اور انہوں نے یہ بھی کہا کہ حضرت صاحب تو مغرب اور مشرق کے بڑے بڑے فلاسفروں کے افکار اور نظریات سے خوب واقف ہیں۔

آپ کے مطالعہ کے تنوع کا ایک واقعہ مجھے بھی یاد ہے کہ جب مَیں نے سائینس کے مضامین کے ساتھ کالج میں داخلہ لیا تو حضرت سیدی نے میرے نصاب کی کیمسٹری کی کتاب مجھ سے منگوائی اور چند روز مطالعہ کرنے کے بعد واپس کر دی۔

آپ اپنے وقت کے عالمی سطح پر انسانی تاریخ پر اثر انداز ہونے والے سیاسی افکار اور تمدّنی نظریات سے بھی بہت واقف رہتے تھے۔ کمیونزم، سوشل ازم، کیپیٹل ازم اور ایسے بہت سے اِزموں کا تفصیلی مطالعہ کیا تھا کہ ان کے حُسن وقبح اور باہم آویزش کو بھی عالمانہ انداز میں سمجھتے تھے۔ آپ کی تصنیفات "..... کا اقتصادی نظام" اور "نظامِ نَو" اِس امر کا واضح ثبوت ہیں۔

احبابِ جماعت کو تو خوب یاد ہوگا کہ ہر جلسہ سالانہ میں آپ کی ایک تقریر اُس وقت کی عالمی سیاست اور تمدّن کے موضوع پر ہؤا کرتی تھی اُس تقریر میں عالمی سیاست اور عالمی نظریات و افکار کا کامل عرفان کے ساتھ تجزیہ فرمایا کرتے تھے اور محققانہ انداز میں دُنیا اور دین کا موازنہ کرکے اپنی جماعت کے عِلمی اُفق کو وسیع تر کرتے تھے اور جماعت میں بے دینی کے رُجحانات پیدا ہونے کا سدِّ باب بھی فرماتے تھے۔ وقتی علوم اور رُجحانات سے آپ کے متعارف ہونے کی یہ ہر سال ایک تازہ بتازہ دلیل ہوتی تھی۔

دُنیوی علوم کی کتب کے مطالعہ کے ساتھ ساتھ ملکی اور غیر ملکی جرائد اور اخبارات کا مطالعہ بھی باقاعدہ کرتے تھے اور اپنے وقت کے انسان کے سیاسی

اور تمدنی اُتار چڑھاؤ اور رجحانات سے خوب متعارف رہتے تھے۔

اُدب اور اُدبی علوم سے آپ کو ذاتی مناسبت تھی۔ آپ ایک بلند پایہ مقرر اور نثر نگار تھے اور شعر گوئی کا شوق بھی رکھتے تھے۔ اس میدان میں آپ کا مطالعہ بہت وسیع تھا۔ اُردو، فارسی اور عربی زبانیں تو آپکے گھر کی باندیاں تھیں مگر انگریزی اُدب میں بھی آپ کا مطالعہ بہت وسیع تھا۔ یورپ کی دوسری زبانوں کے اُدبی شاہکار تراجم کی صورت میں زیرِ مطالعہ رہتے تھے۔ ان زبانوں کے افسانوں اور شاعری پر بے شمار کُتب کا آپ نے مطالعہ کیا تھا۔ الغرض اِن تمام زبانوں کے کلاسیکی اور جدید ادیبوں اور ان کی تصنیفات سے خوب واقف تھے اور ان کو اپنے کتب خانہ کی زینت بنایا تھا۔ کتب خانہ کے ذکر سے خیال آیا کہ یہ بھی بیان کرنا چاہیئے کہ کتب بینی اور مطالعہ کے شوق میں آپ نے ایک بڑا ذخیرہ کتب کا خرید کیا تھا اور جیسا کہ بیان ہؤا ہے اس کتب خانہ میں دُنیا کے ہر موضوع اور دین کے ہر علم سے متعلق کُتب تھیں اور ان کتب میں سے بہت سی کے حاشیوں پر آپ کے نوٹس اور یادداشتیں بھی موجود تھیں۔

اِس مختصر کوشش اور اِن چند الفاظ میں آپ کے وسعتِ مطالعہ کو بیان نہیں کیا جا سکتا حقیقت تو یہ ہے کہ آپ کی ساٹھ سالہ فعّال زندگی کا اصل مصرف مطالعہ ہی تھا۔ ہم نے آپ کو کبھی بھی چند لمحوں سے زائد بغیر کتاب کے نہیں دیکھا۔ دن ہو یا رات آپ کے اوقات کی مصروفیات یا لکھنا تھا یا پڑھنا۔

پانچ بنیادی اخلاق

کیلئے

محبوب آقا کی آواز پر لبیک

- آئندہ ہمیشہ ہر معاملہ میں سچائی کو اختیار کروں گا۔
- ہمیشہ نرم لہجہ اور پاک زبان استعمال کروں گا۔
- ہمیشہ وسعتِ حوصلہ سے کام لوں گا اور ہر نقصان سے بچنے کی کوشش کروں گا۔
- ہمیشہ دوسروں کی تکلیف کا احساس کر کے حتی المقدور ازالہ کی سعی کروں گا۔
- ہمیشہ مضبوط عزم اور ہمت سے کام لوں گا۔

اے میرے پیارے خدا مجھے ہمیشہ اس عہد پر کاربند رہنے کی توفیق دے۔ آمین۔

(مرسلہ: مہتمم تربیت)

درخواستِ دعا

محترمہ آمنہ احمد صاحبہ سیکرٹری ناصرات الاحمدیہ قیادت ۴ کراچی اپنی اور بچوں کی صحت نیز بچوں کی امتحانات میں نمایاں کامیابی اور دینی و دنیاوی ترقیات کے لئے دعا کی درخواست کرتی ہیں۔ انہوں نے رسالہ خالد کے لئے مبلغ پچاس روپے اعانت کے طور پر دئے ہیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

(قائد مجلس خدام الاحمدیہ عزیز آباد کراچی)

UN MATCHABLE EXPERTISE IN

تعارف کتب

"سبزِ اشتہار"

مجلسِ خدام الاحمدیہ شعبہ تعلیم کی طرف سے مطالعہ کتب کے سلسلہ میں ماہِ فروری کے لئے حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی کتاب "سبز اشتہار" مطالعہ کے لئے مقرر ہے اس کا خلاصہ اور اہم سوالات پیشِ خدمت ہیں۔

نام کتاب: سبز اشتہار　　صفحات: ۲۴

تصنیف: یکم دسمبر ۱۸۸۸ء

روحانی خزائن جلد نمبر ۲

اس رسالہ کی تصنیف کا پس منظر یہ ہے کہ حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ نے خدا تعالیٰ سے خبر پاکر ایک موعود بیٹے کی پیشگوئی فرمائی اور اس سلسلہ میں آپ نے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کو اشتہار شائع فرمایا اور اس میں موعود بیٹے کے متعلق خبر دی کہ وہ صاحبِ شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا۔ وہ رحمتِ الٰہی کا نشان ہوگا۔ قومیں اس سے برکت پائیں گی۔

۷ اگست ۱۸۸۷ء کو خدا تعالیٰ نے حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کو بیٹے سے نوازا جس کا نام الٰہی اشاروں کی بناء پر بشیر احمد رکھا گیا۔ یہ بچہ ۴ نومبر ۱۸۸۸ء کو اپنی عمر کے سولھویں مہینے میں اپنے معبودِ حقیقی کی طرف واپس بلایا گیا۔ اس بچہ کی وفات پر مخالفین نے خوب شور و غوغا کیا کہ (نعوذ باللہ) موعود بیٹے والی پیشگوئی جھوٹی نکلی اور یہ فوت ہونے والا بچہ وہی ہے جس کے متعلق ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء، ۸ اپریل ۱۸۸۶ء اور ۷ اگست ۱۸۸۷ء کو اشتہارات دیئے گئے تھے اور بتایا گیا تھا کہ وہ صاحبِ شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔

معترضین کے ان اعتراضات کے جواب کے لئے حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ نے یہ رسالہ تصنیف فرمایا اور اس میں مصلح موعود کے نام اور اس سے متعلق پیشگوئی کی وضاحت فرمائی اور فرمایا کہ یہ موعود بچہ نہیں تھا اور نہ ہی اسے الہامِ الٰہی کے ذریعہ پسرِ موعود قرار دیا گیا تھا۔

اس رسالہ کا "سبز اشتہار" نام رکھنے کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ابتداءً یہ سبز رنگ کے اوراق پر شائع ہوا تھا اس کا اصل نام "حقانی تقریر بر واقعہ وفاتِ بشیر" ہے۔

اہم سوالات

۱۔ رسالہ سبز اشتہار پر تعارفی نوٹ لکھیں اور اس کا پس منظر بھی بیان کریں؟

۲۔ حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ نے سبز اشتہار میں کن اعتراضات کا کیا جواب دیا ہے؟

۳۔ الہاماتِ الٰہی میں بشیر اوّل کے اور کیا نام رکھے گئے تھے۔ نیز بتائیں کہ کیا جو صفات استعداد کے متعلق ہوں اُن کا ظہور فی الخارج ہونا بھی ضروری ہے؟

۴۔ انبیاء اور اُن کے ماننے والوں پر ابتلاء اور مصائب، و آزمائش کے دِن آتے ہیں۔ اس کی حکمت تحریر کریں؟

۵۔ خدا تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں کے متعلق شک اور بدظنّی کرنے کے کیا نقصانات ہیں؟

۶۔ خدا تعالیٰ کی انزالِ رحمت اور روحانی برکت کے بخشنے کے دو طریق کونسے ہیں؟

۷۔ دین کی حقیقی فتح کیا ہے۔ نیز بتائیں کہ حضور کا پیغام جو آپ نے خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً دیا، کیا ہے؟　　(مرتبہ: ظہیر احمد خان)

صداقت کی ایک دلیل

"یہ لوگ جو شور مچاتے ہیں اور گالیاں دے رہے ہیں یہ بھی میری صداقت کی ایک دلیل پیش کر رہے ہیں۔ بھلا جھوٹ سے بھی کوئی ڈرتا ہے اور جھوٹ غالب آسکتا ہے؟ لوگ ڈرتے اس سے ہیں جس کے متعلق سمجھتے ہیں کہ حقیقی طاقت اس کے پاس ہے اور وہ غالب آجائے گا۔"

(اقتباس از تقریر مصلح موعود بمقام دہلی ۱۶۔ اپریل ۱۹۴۴ء)

نمایاں کامیابی و درخواستِ دعا

مکرم قمر احمد صاحب علوی ابن مکرم منیر احمد صاحب رکن مجلس خدام الاحمدیہ عزیز آباد کراچی نے این۔ ای۔ ڈی انجینئرنگ یونیورسٹی کراچی کے شعبۂ مکینیکل کے ساتویں سمسٹر کے امتحان میں ۴۴۴/۵۰۰ نمبر حاصل کر کے ساتویں پوزیشن حاصل کی ہے۔ الحمد للہ۔ اِسی طرح عزیزم نے آٹھویں سمسٹر کا امتحان دیا ہے احبابِ جماعت سے اِس امتحان میں بھی نمایاں کامیابی اور مزید ترقیات کے لئے دعا کی عاجزانہ درخواست ہے۔

مکرم قمر احمد صاحب علوی نے اعانتِ 'خالد' کے لئے ۱۰۰/- روپے دیئے ہیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

(قائد مجلس خدام الاحمدیہ عزیز آباد۔ کراچی)

اِعلانِ نکاح

میرے بیٹے عزیزم عطاء الرحمٰن صاحب محمود مہتمم مال خدام الاحمدیہ پاکستان ربوہ کا نکاح عزیزہ امۃ القدوس صاحبہ بنت مکرم عبد المنان صاحب شکور پارک ربوہ (ہمشیرہ مکرم حافظ مظفر احمد صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان ربوہ) کے ساتھ مؤرخہ ۲۶۔ جنوری ۱۹۹۰ء بروز جمعۃ المبارک بعد نماز عصر بیت المبارک ربوہ میں محترم مولانا سلطان محمود صاحب انور ناظر اصلاح و ارشاد نے مبلغ بیس ہزار روپے حق مہر پر پڑھا۔ جانبین کے لئے یہ رشتہ بابرکت ہونے کے لئے احبابِ جماعت سے دعا کی درخواست ہے۔

چوہدری محمد طفیل
۹۳۔ صدر انجمن احمدیہ۔ ربوہ

مجلسِ سوال و جواب

اگر آپ کے ذہن میں کوئی دینی، علمی، تاریخی سوال پیدا ہوتا ہے تو وہ سوال آپ ہمیں لکھ کر بھیجیں ہم اس کا جواب اس کالم میں شائع کریں گے۔
اس کالم کا آغاز ہم حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ایک بابرکت مجلسِ عرفان میں کئے گئے ایک سوال سے کر رہے ہیں۔

سوال :- نماز میں کہیں قرآن کریم اُونچی آواز میں پڑھنے کا حکم ہے اور کہیں خاموشی سے۔ اِس میں کیا حِکمت ہے؟

حضور نے فرمایا "سارا (دینِ حق کا۔ ناقل) نظام ایک عجیب حسین عدل کی تصویر پیش کرتا ہے۔ اس میں توازن پایا جاتا ہے۔ کوئی پہلو بھی نظر انداز نہیں کیا گیا۔ بعض نمازیں پبلک میں اور بعض گھر میں پڑھی جاتی ہیں۔ کچھ دن کے وقت ادا کی جاتی ہیں اور کچھ رات کے اندھیرے میں پڑھی جاتی ہیں۔ پھر کچھ نمازیں اجتماعی ہیں اور کچھ انفرادی ہیں۔ پھر نماز کے بعض حصّے کھڑے ہونے کی حالت میں ادا کئے جاتے ہیں اور بعض بیٹھ کر۔ اور ذکرِ الٰہی کا ایک حصّہ لیٹ کر بھی ادا کیا جاتا ہے۔ آپ اکثر وہ آیت سُنتے رہتے ہیں جس میں ذکر ہے کہ مومن لیٹ کر، کروٹوں کے بَل بھی ذکر کرتے ہیں۔ پس یہ نظامِ (دینِ حق۔ ناقل) فطرت کے عین مطابق ہے اور ایک خوبصورت توازن پیش کرتا ہے جس طرح ہر چیز کو سمو دیا گیا ہے اور دونوں پہلوؤں کو پیش کر دیا گیا ہے اسی طرح جہر اور اخفاء، دونوں پہلوؤں کو نماز میں بھی سمویا جاتا ہے اور یہی خوبصورت تصویر ہے۔

اِس کی بہت سی حِکمتیں ہیں۔

ایک حِکمت یہ ہو سکتی ہے کہ ہر قِسم کے لوگ دُنیا میں موجود ہیں۔ کچھ جہر کا اثر لیتے ہیں اور کچھ خاموشی کا اثر لیتے ہیں اِس طرح نماز میں ہر مزاج کی نمائندگی ہو گئی۔

پھر اَوقات ایسے ہیں جن میں سے بعض کا جہر سے تعلق ہے اور بعض کا خاموشی سے تعلق ہے۔ مثلاً صبح کے وقت آپ باہر نکلیں تو بعض دفعہ جو اُونٹوں والے نظر آتے ہیں وہ بھی اُونچی آواز میں گا رہے ہوتے ہیں۔ پرندے بھی چہچہا رہے ہوتے ہیں۔ تو گانے کا اور بلند آواز کا خوب وقت ہوتا ہے اور وہ نغماتی وقت ہے۔ اِسی طرح جب سُورج غروب ہو رہا ہوتا ہے اُس وقت بھی گانے کی آوازیں بلند ہو رہی ہوتی ہیں۔ صحراؤں میں بھی، چمنستانوں میں بھی اور شہروں میں بھی لیکن دوپہر کو خاموشی ہوتی ہے۔ شکار کرنے والے جانتے ہیں کہ اس وقت پرندوں کی آوازیں بھی بند ہو جاتی ہیں بڑی مصیبت سے ڈھونڈنا پڑتا ہے کہ کِس درخت میں کونسا پرندہ چھپا ہوا ہے۔

پس وقت کے لحاظ سے بھی کیسی پیاری تعلیم ہے کہ جو نغماتی وقت ہیں اُن میں حکم ہے کہ اُونچی آواز سے پڑھو اور جو خاموشی کے وقت ہیں اُن میں حکم دیا کہ خاموش رہو۔ پھر جب مغرب کا وقت آتا ہے جو کہ گانے کا وقت ہے تو ساری میوزک شروع ہو جاتی آجکل دُنیا کو ذرا زیادہ جنون ہو گیا ہے اِس لئے دوپہر کو بھی گدھے والے ریڈیو چلا کے پھر رہے ہوتے ہیں وہ اَور بات ہے لیکن فطرتِ انسانی کی اور ساری دُنیا کی گواہی یہی ہے کہ گانے کے وقت صبح اور شام اور رات کے ہیں۔ پھر جب رات بھیگ جاتی ہے تو ایک اَور وقت آتا ہے کہ لوگوں کو ڈسٹرب یعنی بے آرام نہیں کرنا۔ سونے سے پہلے پہلے کی نمازوں میں تو اُونچی آواز سے پڑھنے کی اجازت ہو گی۔ اس کے بعد ڈسٹرب نہیں کرنا۔ چنانچہ تہجّد کی نماز میں یہ تعلیم ہے کہ نہ بہت اُونچی پڑھو نہ بالکل آہستہ پڑھو ہلکی گنگناتی ہوئی آواز رکھو تاکہ تمہیں لذّت بھی آجائے اور جو سونا چاہتا ہے وہ ڈسٹرب بھی نہ ہو۔

پس انسانی تقاضوں کے یہ سارے پہلو ہماری نماز کے اندر موجود ہیں"

(مجلسِ عرفان منعقدہ ۲۴ر اکتوبر ۱۹۸۲ء بیتِ مبارک ربوہ۔ بحوالہ الفضل ۲۵ر مئی ۱۹۸۳ء)

اَلصَّلٰوۃُ عِمَادُ الدِّیْنِ

آشفتہ سری

(مکرم عبد المنان ناہید صاحب)

دامن ہے دریدہ سبھی عالی نظری کا
سیتے ہیں کہ سودا ہے ہمیں بخیہ گری کا

ہَیں آپ کی رسوائیٔ دانش سے پریشاں
اور آپ کو شکوہ مِری آشفتہ سری کا

کیوں کر سرِ خاکی کو ہے خاشاک سے پرہیز
ناداں کو سلیقہ بھی نہیں تاجوری کا

پتّھر ہی برستے ہوں جہاں چاروں طرف سے
ہم کام وہاں کرتے ہیں آئینہ گری کا

بازارِ ہنر سرد ہُوا، اہلِ ہُنر کو
دیں طعنہ نہ کیوں بے ہنر اب بے ہُنری کا

ستّاری و غفّاری، ہمہ گیریٔ رحمت
اِس حال میں کیا غم ہو مجھے پردہ دری کا

فریاد مِرا کام تھا ناہید وہ کر دی
شکوہ ہو کسی آہ کو کیوں بے اثری کا

حضرت مصلح موعودؓ کی وسعتِ حوصلہ

(مکرم عبدالسمیع خان صاحب)

ایک شاعر نے تو خدا کے حضور اپنے دُکھوں کی کثرت کا گلہ کرتے ہوئے کہا تھا ؎

میری قسمت میں غم جو اتنے تھے
دِل بھی یارب کئی دیئے ہوتے

مگر واقعہ یہ ہے کہ جن لوگوں کے سپرد خدا دُنیا کی اصلاح کا کام کرتا ہے اور انہیں دُکھوں اور ابتلاؤں اور جدّ وجہد کے لمبے ادوار سے گزارتا ہے اسی نسبت سے خدا انہیں بڑے ظرف اور حوصلے بھی دیا کرتا ہے اور ان کے ایک دل کو سینکڑوں دلوں کی قوّت عطا کرتا ہے کیونکہ اس کے بغیر یہ لمبے سفر طے نہیں ہو سکتے۔

ایسے ہی حوصلہ مند اور عالی ظرف وجودوں میں ایک نام ہمارے آقا حضرت مصلح موعود کا بھی ہے۔ آپ سے خدا نے جتنے بڑے اور عظیم الشّان کام لئے اسی نسبت سے آپکو اعلیٰ اخلاق اور بلند کردار سے بھی نوازا تھا۔ آپ کے عفو، درگزر، تحمّل اور حُسنِ سلوک کی یہ دلنشیں چادر اپنوں اور غیروں پر یکساں حاوی تھی اور ہر مرحلہ اور ہر قدم پر آپ نے ہمیشہ عالی حوصلگی اور عالی ظرفی کا مظاہرہ فرمایا۔ نمونہ کے طور پر چند مثالیں پیشِ خدمت ہیں۔

— مکرم جمعدار فضل دین صاحب کو جماعتی عمارات کی تعمیر کا سامان خریدنے کے لئے تحریکِ جدید کی طرف سے آٹھ ہزار روپیہ دے کر ربوہ سے لاہور بھیجا گیا مگر شومئ قسمت کہ وہاں دفتروں کے چکّر کاٹتے کاٹتے پانچ ہزار روپیہ گُم ہو گیا انہوں نے بقایا رقم کا سامان خریدا اور جن احباب سے ربوہ میں روپیہ لیا تھا انہیں تحریر لکھ دی کہ میں یہ روپیہ آپ کو ادا کر دوں گا اور اگر میں یہ رقم ادا نہ کر سکا تو میری اولاد ادا کر دے گی۔

یہ خبر کسی ذریعہ سے حضرت مصلح موعود کو بھی مِل گئی۔ حضور نے اِس کے متعلق بعض احباب سے معلوم کیا کہ جب جمعدار فضل دین صاحب کو آٹھ ہزار روپیہ دیا گیا تو روپے کی حفاظت کے لئے اِس بُوڑھے اور کمزور انسان کے ساتھ کیا کسی اَور شخص کو بھی بھیجا گیا تھا۔ نفی میں جواب ملنے کے بعد حضور نے وکیلِ اعلیٰ تحریکِ جدید کو تحریر بھجوائی کہ یہ روپیہ جمعدار صاحب سے وصول نہ کیا جائے۔ جمعدار صاحب کہتے ہیں کہ یہ آپ کا اِتنا بڑا احسان ہے جسے میں اور میرے بچے اور میرے دوست کبھی بھول نہیں سکتے۔

(مجلّۃ الجامعہ نمبر ۱۴ صفحہ ۱۷۱)

— حضرت مولانا ابو العطاء صاحب بیان فرماتے ہیں :-

"غالباً ۱۹۲۹ء کی بات ہے کہ موسمِ گرما میں حضور مع اہل وعیال سرینگر میں قیام پذیر تھے۔ میں ایک مباحثہ کے لئے کوہ مری گیا تھا۔ وہاں ہی

مجھے حضور کی طرف سے تار موصول ہؤا کہ غیر مبایعین سے مناظرہ کے لئے سرینگر پہنچیں۔ شدید بارشوں کا موسم تھا۔ مَیں جب پہنچا تو حضور کے قافلہ کے ہمراہ حضور کے ہاؤس بوٹ میں ہی ٹھہرا۔ مباحثہ ہؤا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے کامیاب ہؤا۔ حضور نماز کے بعد تشریف فرما ہوتے اور خوب گفتگوئیں ہوتی تھیں۔ ایک دن مجھے فرمایا کہ خواجہ کمال الدین صاحب بیمار ہیں اور سرینگر میں ہیں آپ نے ان کی عیادت کی ہے؟ مَیں نے عرض کیا کہ نہیں۔ فرمایا کہ ضرور جائیں ان لوگوں نے حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے زمانہ میں قابلِ قدر خدمت کی ہے۔ چنانچہ مَیں دو۲ مرتبہ خواجہ صاحب مرحوم کی عیادت کے لئے گیا۔" (ماہنامہ الفرقان دسمبر ۱۹۶۵ء)

● خواجہ کمال الدین صاحب جب فوت ہوئے تو حضرت مصلح موعود نے اُن کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہوئے فرمایا:۔

"اگرچہ خواجہ صاحب نے میری بہت مخالفتیں کیں لیکن انہوں نے حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے وقت خدمات بھی کی ہیں اس وجہ سے مَیں نے ان کی موت کی خبر سُنتے ہی کہہ دیا کہ انہوں نے میری جتنی مخالفت کی وہ مَیں نے سب معاف کی۔ خدا تعالیٰ بھی ان کو معاف کرے۔"

(الفضل یکم جنوری ۱۹۳۳ء)

الہامِ الٰہی نے اسے جب دِل کا حلیم قرار دیا تو اس بات کو سچ کرکے بھی دکھا دیا۔

● حضرت مولانا نورالدین صاحب امام جماعتِ احمدیہ کے دو بیٹوں نے حضرت مصلح موعود کے خلاف بہت نازیبا حرکات کیں۔ حضور کی بہن حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ نے آخر تنگ آکر حضور کی خدمت میں لکھا کہ اب تو باتیں سُن سُن کر کان پک گئے اور دِل جل اُٹھا آپ کو کچھ کرنا چاہیئے حضور نے اس کے جواب میں فرمایا کہ

"اکبر نے اپنے کوکا کی شکایت سُنکر کہا تھا کہ اس کے اور میرے درمیان دُودھ کا دریا بہتا ہے تو میرے اور ان کے درمیان سات دودھ کے دریا بہتے ہیں جب تک مجھ میں طاقت ہے صبر ہی کرتا جاؤں گا اور یہاں تک کہ حالات مجھے مجبور نہ کر دیں کوئی قدم ان کے خلاف نہ اُٹھاؤں گا۔" (خالد دسمبر ۱۹۶۴ء صفحہ ۱۲۸)

● حضرت مصلح موعود کی ایسی ہی صبر اور وسعتِ حوصلہ کی کیفیّت کا نظارہ کرتے ہوئے حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ نے لکھا ؎

دشمنوں کے تیر چھاتی پر لئے مردانہ وار
پُشت پر ڈستے رہے ہر وقت مارِ آستیں
ایسی باتیں جن سے پھٹ جاتا ہے پتھر کا جگر
صبر سے سُنتا رہا ماتھے پہ بَل آیا نہیں

● ایک مشہور مخالفِ سلسلہ شاعر ۱۹۲۹ء میں اپنا کلام حضور کو سُنانے کے لئے قادیان گئے۔ اپنے کلام کو چھپوانے کے لئے اُن کے پاس کوئی وسائل نہ تھے حضور نے احمدیہ بُک ڈپو کو حکم دیا کہ ایک سَو جلدوں کی پیشگی قیمت دے کر خرید لی جائیں اور اِس طرح ان کی مالی مدد کر دی۔

(الفضل ۱۲۔ نومبر ۱۹۲۹ء)

● ایک دفعہ جماعت کے ایک مشہور مخالف کسی جلسہ میں

تقریر کر رہے تھے کہ جماعت کے ایک پُر جوش نوجوان نے دورانِ تقریر اُن سے سوالات شروع کر دیئے جن کا جواب نہ دے سکنے کی وجہ سے وہ عالم تقریر ختم کر کے چلے گئے۔

جماعت کے نوجوان نے حضور کو ایک خط میں ساری تفصیل بیان کی اور اپنے خیال میں حضور کی طرف سے داد و تحسین کے منتظر تھے کہ حضور کا جوابی خط ملا جس میں حضور نے فرمایا کہ وہ عالمِ دین بھی اپنے حلقہ میں ایک معزّز اور قابلِ احترام شخصیت ہیں اور ہمارا مذہب کسی کے ساتھ تمسخر کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ میں آپ سے ناراض ہوں اور اس وقت تک معاف نہیں کروں گا جب تک وہ عالم آپ کو معاف نہیں کر دیتے۔

وہ احمدی نوجوان سخت پریشانی کے عالم میں مولانا کے گھر پہنچے اور بتایا کہ میں حضور کے ارشاد پر معافی مانگنے آیا ہوں۔ خط پڑھ کر مولانا کی آنکھیں بھر آئیں اور کہنے لگے کہ میں سمجھتا تھا کہ ایسے اخلاق دُنیا سے اب ختم ہو چکے ہیں۔

—— مکرم صوفی بشارت الرحمٰن صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ:

"میں اپنے چند دوستوں کے ہمراہ رادھا سوامیوں کے گرو سردار ساون سنگھ کے درس میں شامل ہؤا۔ وہاں گرو صاحب سے ہماری کچھ اِس طرح تکرار ہو گئی کہ گرو صاحب نے حضور کی خدمت میں ہماری شکایت کر دی۔ اگلا دن جمعہ کا تھا۔ حضور نے خطبہ جمعہ میں اس کا تذکرہ کیا اور ہمیں ڈانٹ پلائی کہ آپ کا کیا حق تھا کہ ایک جماعت کے گرو کے درس میں جا کر اس طرح تکرار کرتے۔ اگر کوئی میرے درس میں آکر اس طرح بولے تو کیا تم اچھا سمجھو گے"

(خالد دسمبر ۱۹۶۴ء صفحہ ۱۴۶)

—— جماعتِ احمدیہ کے ایک بہت مشہور و معروف مخالف عالمِ دین عمر کے آخری حصّہ میں سخت بیمار ہوئے۔ ان کو فالج کا شدید حملہ ہؤا تھا اور وہ مری میں مقیم تھے۔ انہی ایّام میں حضرت مصلح موعود بھی مری تشریف لے گئے تھے۔ حضور کو جب ان کی حالت کا علم ہؤا تو آپ نے اپنے دو بیٹوں اور حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحب کو ان کی عیادت کے لئے روانہ کیا۔ حضور نے ان کے علاج کے لئے کچھ رقم اور دوائیاں وغیرہ بھجوائیں اور ہدایت کی کہ جب تک وہ مری میں مقیم رہیں حضور کو باقاعدہ ان کی صحت کی اطلاع دی جائے۔ حضور روزانہ ان کا حال دریافت کرتے اور مالی اعانت کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔

—— ایک دفعہ ایک سخت مخالف غیر از جماعت دوست کسی کام کے سلسلہ میں حضرت مصلح موعود سے ملنے کے لئے ربوہ آئے۔ اُن کی حضرت اُمّ ناصر صاحبہ سے قریبی رشتہ داری بھی تھی اِس لئے سیدھے وہاں پہنچے اور پیغام بھجوایا کہ میں نے حضرت صاحب سے ملنا ہے مجھے وقت لے دیں۔ مگر انہوں نے غیرت کی وجہ سے جواب دیا:

"یُوں تو آپ میرے خاوند کو گالیاں دیتے ہیں مگر جب کام ہوتا ہے تو سفارش کروانے آجاتے ہیں۔ میں نہ صرف یہ کہ پیغام نہ دوں گی بلکہ آپ سے ملنا بھی پسند نہیں کرتی"

وہ صاحب ادھر سے مایوس ہو کر دفتر پرائیویٹ سیکرٹری گئے اور وہاں سے کوشش کر کے ملاقات کا وقت لے لیا۔ کچھ دیر بعد حضور حضرت اُمّ ناصر صاحبہ کے ہاں تشریف لائے اور فرمایا کہ انہی صاحب کے لئے اکرامِ ضیف کے طور پر ایک دو ڈش مزید تیار کر دو وہ کھانا میرے ساتھ کھائیں گے۔

حضرت اُمِّ ناصر صاحبہ نے ان کا پیغام اور اپنا جواب بتایا تو حضور نے فرمایا تم نے تو اپنی غیرت کا اظہار کر دیا ہے مگر اب وہ میرے مہمان ہیں اور رسول اللہ صلعم نے مہمان کی بڑی عزت رکھی ہے۔ وہ گالیاں دے کر اپنے اخلاق کا مظاہرہ کرتے ہیں اور میں نے سُنّتِ رسولؐ پر چل کر اپنے اخلاق کا مظاہرہ کرنا ہے۔ (خالد ربوہ فروری ۱۹۸۷ء)

سبو اپنا اپنا ہے جام اپنا اپنا
کئے جاؤ مے خوار وکام اپنا اپنا

۱۹۳۷ء میں قدرتِ ثانیہ کے خلاف اُٹھنے والے مصری فتنہ میں فخر الدین ملتانی پیش پیش تھا۔ اس نے اپنی زبان اور قلم سے حضرت مصلح موعود اور آپ کے اہل وعیال کے خلاف انتہائی سَبّ وشتم اور بہتان طرازی سے کام لیا۔ اس کی اشتعال انگیزی انتہاء تک پہنچ گئی تھی۔ حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ اور حضور کے خاندان خصوصاً حضرت مصلح موعود سے اس کا عناد اور دشمنی حد سے بڑھی ہوئی تھی لیکن فخر الدین ملتانی کی موت کے بعد اس کی بیوی نے حضرت مصلح موعود کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی مالی تنگی اور سامانِ خور و نوش سے تہی دستی کا ذکر کرتے ہوئے امداد کی درخواست کی۔ باوجود اس کے کہ فخر الدین ملتانی اور اس کے شر پسند ساتھیوں سے حضور کو سخت اذیت پہنچ چکی تھی اور اس کا اُٹھایا ہوا فتنہ جاری تھا مگر اس کی بیوی اور بچوں کی زبوں حالی سے مطلع ہو کر حضرت مصلح موعود کے دِل میں رأفت اور ہمدردی کا چشمہ موجزن ہوا اور آپ نے ان کے لئے سامانِ خورد و نوش اور دیگر ضروریات مہیا کرنے کیلئے وظیفہ کا انتظام فرما دیا جبکہ فخر الدین کے نام نہاد دوست ایک پائی کی مدد کرنے کو بھی تیار نہ تھے۔

حضور نے یہ اعلان فرمایا تھا کہ آپ سوائے اپنے رشتہ داروں یا واقفینِ زندگی کے دوسرے احباب جماعت کے نکاحوں کا اعلان کرنے کے لئے فرصت نہ نکال سکیں گے مگر جب فخر الدین ملتانی کے لڑکے نے کہا کہ اس کی ہمشیرہ کا نکاح اگر حضور خود پڑھانا منظور فرمائیں تو اس کا رشتہ احمدیوں میں ہو سکتا ہے ورنہ کوئی احمدی اس کا رشتہ قبول کرنے کے لئے تیار نہ ہوگا۔ تو آپ نے یہ درخواست قبول کرتے ہوئے فخر الدین کی لڑکی کے نکاح کا اعلان خود فرمایا اور یہ ثابت کیا کہ آپ کی ہمدردی اور احسان کا جذبہ بے کراں ہے اور آپ کا وجود دوستوں اور دشمنوں سب کے لئے یکساں سایۂ رحمت ہے۔

(خالد ربوہ فروری ۱۹۸۶ء)

قیامِ پاکستان کے بعد حضرت مصلح موعود ابھی لاہور کے رتن باغ میں قیام پذیر تھے اور سلسلہ کی مالی حالت بہت کمزور تھی کہ انہی ایّام میں سلسلہ کے اشد مخالف مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کا ایک لڑکا کہیں سے پھرتا پھراتا وہاں آگیا۔ حضور کو اس کا علم ہوا تو آپ نے حکم دیا کہ اسے پیٹ بھر کر کھانا دیا جائے اور ضروری لباس اور بستر بھی مہیا کیا جائے چنانچہ حضور کے حکم کی تعمیل میں اس کی رہائش، لباس اور خوراک کا مکمل انتظام کر دیا گیا مگر افسوس کہ وہ پندرہ سولہ دن وہاں رہ کر چلا گیا۔ لباس اور بستر تو ساتھ لے گیا مگر آرام دہ رہائش اور خوراک سے محروم ہو گیا۔

(تاریخ احمدیت لاہور صفحہ ۵۳۷)

تمام دُنیا کو اپنے اخلاق سے فتح کرنے کا دعوے کرنے والوں کو ایسے ہی نمونے زیب دیتے ہیں۔ حضور فرماتے ہیں کہ اصل فتح تو اپنے ہی نفس کی فتح ہے۔ فرمایا:

تم نے دُنیا بھی جو کی فتح تو کچھ بھی نہ کیا
نفسِ وحشی وجفا کیش اگر رام نہ ہو

ایک موقعہ پر قادیان میں حضور کو معلوم ہوا کہ

پنڈت ملاوامل صاحب کی دُکان اچھی نہیں چل رہی اور اُن کو مالی دِقت درپیش ہے۔ اس پر حضور نے اِس امر کو ملحوظ رکھتے ہوئے کہ ہندو لوگ اور خصوصًا یہ خاندان بطور امداد مانگنے کو پسند نہیں کرتے حضور نے ارشاد فرمایا کہ ان کی دُکان پر جاکر جو عام استعمال ہونے والی دوائیں ان کے پاس تیار شدہ موجود ہوں اور فروخت نہ ہوتی ہوں تین چار سَو روپے کی قیمت کی خرید لو۔ ان کے بتائے ہوئے نرخ کے متعلق ان سے کسی رعایت کا مطالبہ نہ کیا جاوے۔ اِس طرح سے کسی حد تک ان کی امداد ہو جائے گی اور اُن کو امداد کا احساس بھی نہ ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ اس سے اس طور پر خفیہ احسان فرمایا کہ ان کو اپنے مُحسن کا پورے طور پر علم بھی نہ ہونے دیا۔

(مجلّۃ الجامعہ نمبر ۱۴ صفحہ ۱۶۴)

— تقسیم ہند سے قبل سکھوں نے کئی مواقع پر جماعت کے ساتھ نہایت سخت اور تُرش رویّہ اختیار کیا مگر اس کے باوجود حضرت مصلح موعود سے جب بھی سکھوں نے انفرادی طور پر یا بحیثیت جماعت امداد کی درخواست کی کبھی ناکام نہ گئے۔ کئی گوردواروں کی تعمیر میں حضور ان کی امداد فرماتے رہے۔ ایک دفعہ قادیان کے قریب کے ایک گاؤں کے سکھوں نے حضور سے درخواست کی کہ ہم ایک گوردوارہ تعمیر کر رہے ہیں رقم بھی پوری نہیں۔ اِس کے علاوہ جنگ کا زمانہ ہونے کی وجہ سے تعمیر کا سامان نہیں مِل رہا اسلئے حضور امداد فرمائیں۔ تھوڑی دیر میں منظوری آگئی اور انکی منشاء کے مطابق امداد ہوگئی۔ گوردوارہ بننے کے بعد جب بھی احمدی اس گاؤں سے گزرتے تو وہ ان کو وہاں لیجاتے اور بتاتے کہ یہ گوردوارہ مرزا صاحب کی مہربانی سے تعمیر ہوا ہے اور اِس میں شرک کی کوئی بات نہیں ہوتی ایک خدا کی بڑائی بیان کی جاتی ہے۔

(مجلّۃ الجامعہ نمبر ۱۴ صفحہ ۱۶۸)

— ۱۰ مارچ ۱۹۵۴ء کو بیت المبارک ربوہ میں عبدالحمید نامی ایک شخص نے حضرت مصلح موعود پر چاقو سے قاتلانہ حملہ کیا۔ یہ ایک بہت ہی خطرناک حملہ تھا اور حضور کی حالت بہت نازک ہوگئی تھی مگر حضور نے اِس حالت میں اپنے خدّام کو حکم دیا کہ عبدالحمید کو کوئی گزند نہ پہنچایا جائے۔ اسے صرف قابو کیا جائے مگر اسے بالکل مارا نہ جائے۔

مصلح موعود کے مقدس پیراہن میں رچا ہؤا خون آج بھی اس کی عظمت اور وسعتِ حوصلہ کی شہادت دے رہا ہے۔

(ماہنامہ الفرقان ربوہ فروری، مارچ ۱۹۵۴ء)

حضرت مصلح موعود نے اپنی جماعت کو بھی اِسی صبر اور حوصلہ کی تلقین اور تعلیم دی ہے۔ آپ نے فرمایا ؎

میں اپنے پیاروں کی نسبت
ہرگز نہ کروں گا پسند کبھی
وہ چھوٹے درجہ پہ راضی ہوں
اور ان کی نگاہ رہے نیچی
وہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر
شیروں کی طرح غرّاتے ہیں
اَدنیٰ سا قصور اگر دیکھیں
تو مُنہ میں کف بھر لاتے ہیں
اے میری اُلفت کے طالب
یہ میرے دل کا نقشہ ہے
اَب اپنے نفس کو دیکھ لے تُو
وہ اِن باتوں میں کیسا ہے

آئیے ہم سب اپنے اپنے نفوس کا جائزہ لیں اور اپنے آقا کا اُسوہ اختیار کرنے کی کوشش کریں۔ ∴

آپ بیتی

سچّائی

- سچّائی - نرم زبان کا استعمال - دوسروں کی تکالیف کا احساس اور ان کے ازالہ کی کوشش - وسعتِ حوصلہ - مضبوط عزم اور ہمت ـــــ اگر آپ کی زندگی کا کوئی ایسا واقعہ ہو جس کا تعلق مندرجہ بالا اخلاق میں سے کسی ایک خُلق کے ساتھ ہے یا آپ نے اِس سلسلہ میں کسی بزرگ کا واقعہ پڑھا ہو یا سُنا ہو تو براہِ کرم ہمیں لکھیں ہم افادۂ عام کے لئے اِس کالم میں اُسے شائع کریں گے۔
نوٹ: نقل شدہ واقعہ کا حوالہ دینا نہ بھولیں۔ بشکریہ (ادارہ)

"..... تخمیناً پندرہ یا سولہ برس کا عرصہ گزرا ہو گا یا شاید اِس سے کچھ زیادہ ہو کہ اِس عاجز نے (دینِ حق۔ ناقل) کی تائید میں آریوں کے مقابل پر ایک عیسائی کے مطبع میں جس کا نام رلیا رام تھا اور وہ وکیل بھی تھا ..... ایک مضمون بغرض طبع ہونے کے ایک پیکٹ کی صورت میں جس کی دونوں طرفیں کُھلی تھیں بھیجا اور اس پیکٹ میں ایک خط بھی رکھ دیا۔ چونکہ خط میں ایسے الفاظ تھے جن میں (دینِ حق۔ ناقل) کی تائید اور دوسرے مذاہب کے بُطلان کی طرف اشارہ تھا اور مضمون کے چھاپ دینے کے لئے تاکید بھی تھی اِس لئے وہ عیسائی مخالفتِ مذہب کی وجہ سے افروختہ ہوُا اور اتّفاقاً اس کو دشمنانہ حملہ کے لئے یہ موقعہ ملا کہ کسی علیحدہ خط کا پیکٹ میں رکھنا قانوناً ایک جرم تھا جس کی اِس عاجز کو کچھ بھی اطلاع نہ تھی اور ایسے جرم کی سزا میں قوانینِ ڈاک کے رُو سے پانچ سَو روپیہ جرمانہ یا چھ ماہ تک قید ہے سو اُس نے مُخبر بن کر افسرانِ ڈاک سے اِس عاجز پر مقدمہ دائر کرا دیا

...... مَیں اِس جرم میں صدر ضلع گورداسپور میں طلب کیا گیا اور جن جن وکلاء سے مقدمہ کے لئے مشورہ لیا گیا اُنہوں نے یہی مشورہ دیا کہ بجز دروغگوئی کے اور کوئی راہ نہیں اور یہ صلاح دی کہ اِس طرح اظہار دے دو کہ ہم نے پیکٹ میں خط نہیں ڈالا رلیا رام نے خود ڈال دیا ہو گا اور نیز بطور تسلی دہی کے کہا کہ ایسا بیان کرنے سے شہادت پر فیصلہ ہو جائے گا اور دو جھوٹے گواہ دے کر بریّت ہو جائے گی ورنہ صورت مقدمہ سخت مشکل ہے اور کوئی طریق رہائی نہیں۔ مگر مَیں نے اُن سب کو جواب دیا کہ مَیں کسی حالت میں راستی کو چھوڑنا نہیں چاہتا جو ہو گا سو ہو گا۔ تب اُسی دن یا دوسرے دن مجھے ایک انگریز کی عدالت میں پیش کیا گیا اور میرے مقابل پر ڈاکخانجات کا افسر بحیثیت سرکاری مدعی ہونے کے حاضر ہوُا۔ اس وقت حاکمِ عدالت نے اپنے ہاتھ سے میرا اظہار لکھا اور سب سے پہلے مجھ سے یہی سوال کیا کہ کیا

یہ خط تم نے اپنے پیکٹ میں رکھ دیا تھا اور یہ خط اور یہ پیکٹ تمہارا ہے تب مَیں نے بلا توقف جواب دیا کہ یہ میرا ہی خط اور میرا ہی پیکٹ ہے اور مَیں نے اِس خط کو پیکٹ کے اندر رکھ کر روانہ کیا تھا مگر مَیں نے گورنمنٹ کی نقصان رسانی محصول کے لئے بدنیتی سے یہ کام نہیں کیا..... اِس بات کو سُنتے ہی خدا تعالیٰ نے اس انگریز کے دل کو میری طرف پھیر دیا اور میرے مقابل پر افسر ڈاکخانجات نے بہت شور مچایا اور لمبی لمبی تقریریں انگریزی میں کیں جن کو مَیں نہیں سمجھتا تھا مگر اِس قدر سمجھتا تھا کہ ہر یک تقریر کے بعد زبان انگریزی میں وہ حاکم نو، نو (نو، نو) کر کے اس کی سب باتوں کو رد کر دیتا تھا۔ انجامکار جب وہ افسر مدعی اپنے تمام وجوہ پیش کر چکا اور اپنے تمام بخارات نکال چکا تو حاکم نے فیصلہ لکھنے کی طرف توجہ کی اور شاید سطر یا ڈیڑھ لکھ کر مجھ کو کہا کہ اچھا آپ کے لئے رخصت ــــــ یہ سُنکر مَیں عدالت کے کمرہ سے باہر ہؤا اور اپنے مُحسنِ حقیقی کا شکر بجالایا جس نے ایک افسر انگریز کے مقابل پر مجھ کو ہی فتح بخشی اور مَیں خوب جانتا ہوں کہ اس وقت صدق کی برکت سے خدا تعالیٰ نے اُس بَلا سے مجھ کو نجات دی۔"

(حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ۔ منقول از "آئینہ کمالاتِ.....؛ روحانی خزائن جلد نمبر ۵ صفحہ ۲۹۷ تا ۲۹۹)

اِجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ

(القرآن)

جھوٹی بات کہنے سے بچو

کامل یقین

"مَیں کامل یقین رکھتا ہوں کہ رسولِ کریمؐ اور (دینِ حق) کی عزت کے قیام میں اور دوبارہ (دینِ حق) کو اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے اور مسیحیت کے کچلنے میں میرے گزشتہ یا آئندہ کاموں کا انشاء اللہ بہت کچھ حصہ ہوگا اور وہ ایڑیاں جو شیطان کا سر کچلیں گی اور مسیحیت کا خاتمہ کریں گی ان میں سے ایک ایڑی میری بھی ہوگی۔"

(حضرت مصلح موعود)

احمدی نوجوانوں کیلئے مقامِ فخر

کراچی کے مکرم عمر شہاب خان صاحب کو حال ہی میں بی۔ آئی سی سی (B.I.C.C) سکالرشپ (برطانوی ایوارڈ) کا حقدار ٹھہرایا گیا ہے۔ ایشیا میں سے صرف تین امیدوار اس سکالرشپ کے حقدار قرار دئے گئے ہیں جن میں سے یہ واحد پاکستانی ہیں۔ مکرم عمر شہاب خان صاحب نے گزشتہ سال N.E.D. یونیورسٹی کراچی الیکٹرانکس میں فرسٹ کلاس تھرڈ پوزیشن حاصل کی تھی۔ مکرم موصوف خدا کے فضل سے احمدی ہیں اور مکرم محمد اسلم خان صاحب سنوری آف کراچی کے صاحبزادے ہیں۔ عمر شہاب صاحب اب مزید تعلیم کے لئے انگلستان جا چکے ہیں۔ ادارہ انکی اس کامیابی پر مبارکباد پیش کرتا ہے اور دین و دُنیا کی نمایاں کامیابیوں کے لئے دعاگو ہے۔ (مدیر خالد)

تأثرات
جلسہ سالانہ قادیان

پھرتے ہیں آنکھوں کے آگے کوچہ ہائے قادیاں

(محترم پروفیسر نصر اللہ خان راجا صاحب)

کچھ عرصہ ہوا خاکسار اپنے قلبی ذوق کی تسکین کیلئے ایک خوش الحان دوست کی آواز میں پاکیزہ کلام ریکارڈ کر رہا تھا۔ "دُرِّ ثمین" اور "کلامِ محمود" سے چند ایمان افروز اور رُوح پرور نظمیں پڑھنے کے بعد ہمارے دوست نے بڑی دلنشیں اور پُر درد آواز میں یہ شعر پڑھا ؎

میرا بچپن جہاں گزرا وہ بستی چھن گئی کیونکر
میری بستی میرے خوابوں کی بستی بن گئی کیونکر

یہ نظم قادیان کی یاد میں تھی۔ اِس کا ہر ہر شعر اتنا درد آمیز تھا اور پڑھنے والے دوست کی آواز ایسی دلپذیر تھی کہ دِل جھوم جھوم اُٹھا اور قادیان دارالامان کی زیارت کا شوق تلاطم پیدا کرنے لگا اِس لئے بھی کہ مَیں پہلے کبھی قادیان کی زیارت سے مشرف نہیں ہُوا تھا۔ خاکسار نے عاجزانہ دعاؤں کا سہارا لیا اور رہ رہ کر یہ خوبصورت خیال دل میں جلوہ گری کرتا رہا ؎

آہ کیسی خوش گھڑی ہوگی کہ بانیلِ مرام
باندھیں گے رختِ سفر کو ہم برائے قادیاں

خدا خدا کر کے وہ مبارک گھڑی آ گئی کہ ماہِ دسمبر ۱۹۸۹ء کی سترہ تاریخ کو یہ عاجز اپنے ایک مخلص دوست کے ساتھ سویرے سویرے لاہور سٹیشن کے پلیٹ فارم ۱ پر پہنچ گیا اور دوستوں کے ایک بڑے قافلہ میں شامل ہو گیا۔ ہمارے قافلے کے علاوہ بھی مسافروں کی ایک بھاری تعداد دہلی وغیرہ جانے کے لئے پہلے سے ہی وہاں موجود تھی۔ سارے پلیٹ فارم پر بہت دُور تک مسافر ہی مسافر دکھائی دیتے تھے۔

اٹاری ریلوے سٹیشن

گاڑی کوئی تین بجے بعد از دوپہر لاہور ریلوے سٹیشن سے روانہ ہوئی اور قریباً پون گھنٹے میں بھارت کے اٹاری ریلوے سٹیشن پر پہنچ گئی۔ اِس سٹیشن پر مسافروں کی سہولت کے لئے بہت عمدہ انتظام موجود ہے۔ پلیٹ فارم بہت وسیع اور خوبصورت ہے۔ ایک قطار میں کچھ کچھ فاصلہ پر بہت سے اِمیگریشن بُوتھ اور دوسری قطار میں اِسی طرح فاصلے فاصلے پر کئی کسٹمز کاؤنٹر بنائے گئے ہیں مسافروں کے بیٹھنے کے لئے پلاسٹک کی کُرسیوں کے سیٹ جگہ جگہ موجود ہیں۔ صفائی کا انتظام بھی اچھا ہے اور کرنسی کی تبدیلی کے لئے سٹیشن کے دوسرے سِرے پر بنک بھی موجود ہے

سٹیشن پر زیادہ تر سکھ عملہ تعینات ہے جو بہت تعاون کرنے والے لوگ ہیں۔ جب ہمارا قافلہ سٹیشن پر اُترا تو وہاں کے افسران اور کارکن بہت توجہ اور خندہ پیشانی سے پیش آئے اور انہوں نے قافلہ کی سہولت کے لئے کئی بُوتھ اور کاؤنٹر مختص کر دئے تاکہ پاسپورٹس وغیرہ کے اندراج کا کام جلد مکمّل ہو سکے۔ دوستوں کے سامان کو چیک کرنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں سمجھی گئی کیونکہ اُن لوگوں پر جماعت کے کردار کا بہت اچھا تأثر موجود ہے۔

بسوں کا قافلہ

سٹیشن سے باہر نکلے تو قادیان سے آئے ہوئے خدّام نے ہم سب کا استقبال کیا۔ انہوں نے وہاں گورنمنٹ ٹرانسپورٹ کی بسوں کا خاطر خواہ انتظام کر رکھا تھا۔ کوئی بارہ[۱۲] بسوں پر مشتمل یہ قافلہ ایک ساتھ روانہ ہؤا۔ اِس طرح کہ حکومت نے اپنی ذمہ داری کا ثبوت دیتے ہوئے POLICE ESCORT کا انتظام کر رکھا تھا اور اُن کی گاڑیاں قافلے کو اپنی حفاظت میں لے کر چلیں۔

یہاں ایک چھوٹا سا لطیفہ بیان کر دینے میں شائد کوئی حرج نہ ہوگا۔ ہؤا یُوں کہ جس بس میں ہم لوگ سوار تھے اُس کے سِکھ ڈرائیور سے ہمارے ایک دوست نے آغازِ سفر میں پوچھا: سردار جی! تقریباً کتنا وقت قادیان پہنچنے میں لگے گا؟" سردار صاحب نے (پنجابی میں) جواب دیا "ڈیڑھ دو گھنٹے لگ جائیں گے"۔ تھوڑی دیر بعد وہی دوست گویا ہوئے "سردار جی! یہاں سے قادیان کا فاصلہ کیا ہے؟" سردار صاحب نے بڑی سادگی سے جواب دیا: "یہ تو مجھے معلوم نہیں"۔ یعنی سردار صاحب نے فاصلہ جانے بغیر پہنچنے کا اندازہ بتا دیا۔

ہمارے راستے میں بٹالہ شہر آیا جو اپنی فولاد اور لوہے کی صنعت کی وجہ سے مشہور ہے۔ بٹالہ کے نام سے ہمیں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی بھی یاد آئے اور پھر ان کا اخبار "اشاعۃ السنّہ" اور پھر اُن کا وہ طویل اور شاندار تبصرہ جو اُنہوں نے اپنے متذکرہ اخبار کی جلد ۷ نمبر ۶ ۱۸۸۴ء میں حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی لاجواب تصنیف "براہین احمدیہ" کے متعلق شائع کیا تھا۔ حکیم مومن خاں مومن کا یہ شعر کتنا خوبصورت ہے ؎

جسے آپ گنتے تھے آشنا جسے آپ کہتے تھے باوفا\
مَیں وہی ہوں مومنِ مبتلا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

قادیان تک کا سارا علاقہ جس میں سے ہم گزرے نہایت ہی سرسبز اور زرخیز ہے۔ سڑک کی دونوں جانب کھیت اور فصلیں اور بلند قامت درخت دکھائی دیتے ہیں۔ راستے میں دو تین مرتبہ تھوڑی تھوڑی دیر کے لئے رُکتے ہوئے یہ قافلہ کوئی چار گھنٹے بعد رات کے وقت قادیان دارالامان پہنچا۔ عام طور پر یہ سفر قریباً اڑھائی گھنٹے کا ہے۔ دُور سے ہی جو سب سے پہلا رُوح پرور منظر دیکھا وہ رنگ برنگ برقی روشنیوں میں نہایا ہؤا بیت الاقصیٰ کا تاریخی اور مبارک منارہ تھا جو ارد گرد کے علاقہ کے لئے پُرشکوہ LAND MARK کی بھی حیثیت رکھتا ہے۔

نونہالانِ جماعت کا جذبۂ خدمت

جونہی بسوں کا قافلہ اڈے پر رُکا استقبال والوں کی طرف سے اعلان کیا گیا کہ سب مہمان جائے رہائش کی طرف چلیں اُن کا سامان خدّام اور اطفال خود ہی وہاں پہنچائیں گے۔ مردوں کا قیام مدرسہ احمدیہ کی وسیع دو منزلہ عمارت میں تھا جبکہ مستورات کو لنگر خانہ کی عمارت میں ٹھہرایا

گیا جو بالکل قریب ہی تھی۔ اُسی وقت مہمانوں کو کھانا کھلایا گیا۔ وہاں کی گندم کی خاص بات یہ ہے کہ روٹی ٹھنڈی ہو جانے کے بعد بھی خوب نرم رہتی ہے اور بہت مزہ دیتی ہے۔ تھوڑی دیر بعد سامان بھی پہنچ گیا جو خدام اور اطفال ٹرالیوں پر لاد کر لاتے تھے۔ ہر جگہ پر اِن نونہالانِ جماعت کا جذبۂ خدمت اور اکرامِ ضیف کی لگن دیکھ کر بے اختیار ان کے لئے دل سے دعا نکلتی تھی۔ اللہ تعالیٰ انتظامیہ کے سب ارکان کو بہترین جزائے خیر دے اور ان کے اِس بے لوث جذبہ کو سلامت رکھے۔ آمین

دعا کے مواقع پر پاکستان کے خدام اور اطفال بھی یاد رہے اور یہ عاجزانہ دعا کرنے کا موقع ملا کہ یہاں بھی اجتماعات اور نیک سرگرمیوں کا سلسلہ پھر سے شروع ہو اور ہمارے نونہالان کو خدمت کے ساتھ ساتھ اعلیٰ علمی تربیت کے مواقع بھی میسر آئیں۔ آمین

بیت المبارک کی زیارت

کھانے سے فارغ ہونے کے بعد خاکسار نے وضوء کیا اور قیام گاہ کے قریب ہی واقع بیت المبارک میں حاضر ہوا۔ اِس بیت الذکر میں داخل ہو کر دائیں طرف مُڑیں یعنی شمال کی طرف چلیں تو بیت الفکر سے پہلے مشرق کی جانب وہ کمرہ آتا ہے جہاں کشف سُرخی کے چھینٹے بطور نشان ظاہر ہوا تھا۔ اُس وقت حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ اس چھوٹے سے کمرہ میں آرام فرما رہے تھے اور حضرت کے ایک مخلص خادم حضرت عبداللہ سنوری صاحب حضور کی خدمت میں حاضر تھے کہ اچانک سُرخ روشنائی کی طرح کے چھینٹے حضرت اقدس کے کُرتۂ مبارک پر گرے۔ یہ ایک خارق عادت واقعہ تھا اس لئے جناب عبداللہ سنوری نے بطور تبرک حضور سے وہ کُرتہ مانگ لیا جو بزرگوار سنوری صاحب کی وفات پر اُن کے جسدِ خاکی کے ساتھ ہی قبر میں دفن کر دیا گیا۔ اِس کمرہ سے ذرا آگے بڑھیں تو بائیں ہاتھ بیت الفکر آتا ہے جہاں حضور اشاعتِ دینِ حق کے سلسلہ میں غور و فکر فرماتے اور روح پرور دلائل اور حیات بخش معارف پر مبنی تحریرات سپردِ قلم فرماتے۔ اِس کے ساتھ ہی ایک اور کمرہ ہے جہاں سے اُوپر جا کر بیت الدعا میں داخل ہوتے ہیں۔ بیت الدعا ایک چھوٹا سا حجرہ ہے جو حضور نے خاص دعا اور خلوت میں عبادت کرنے کے لئے بنوایا تھا۔ اِس میں ایک وقت میں صرف تین آدمی نوافل وغیرہ پڑھ سکتے ہیں۔ یہاں پر نوافل پڑھنے کے لئے باری باری دو یا تین دوست لکڑی کی چھوٹی سی

اگر یہ خبر سچّی نکلی

"......خدا بڑی عزّت کے ساتھ میرے ذریعہ (دینِ حق) کی ترقّی اور اس کی تائید کے لئے ایک عظیم الشان بنیاد قائم کر دے گا۔ مَیں ایک انسان ہوں آج بھی مر سکتا ہوں اور کل بھی مر سکتا ہوں لیکن یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ مَیں اس مقصد میں ناکام رہوں جس کے لئے خدا نے مجھے کھڑا کیا ہے۔...... اگر دُنیا کسی وقت دیکھ لے کہ (دینِ حق) مغلوب ہو گیا۔ اگر دُنیا کسی وقت دیکھ لے کہ میرے ماننے والوں پر میرے انکار کرنے والے غالب آ گئے تو بے شک تم سمجھ لو کہ مَیں ایک مفتری تھا لیکن اگر یہ خبر سچّی نکلی تو تم خود سوچ لو تمہارا کیا انجام ہوگا......"

(اقتباس تقریر حضرت مصلح موعود جلسہ لاہور ۱۲ مارچ ۱۹۴۴ء)

سیڑھی کے ذریعہ بیت الدعا میں داخل ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے خاص فضل و احسان سے خاکسار کو جلسہ کے دوسرے روز بعد دوپہر اس حجرہ شریف میں رکعتیں پڑھنے کی سعادت نصیب ہوئی اور خاکسار نے دوسری دعاؤں کے علاوہ اسیرانِ راہِ مولیٰ کی دینی و دنیاوی سُرخروئی و کامیابی اور بے جا قید و بند سے جلد از جلد رہائی کی دعا کرنے کی بھی توفیق پائی۔

جلسہ کا پہلا دن

رات کا کچھ حصّہ آرام کر کے نمازِ فجر کی ادائیگی کے لئے بیت الاقصیٰ میں حاضری دی۔ یہ بیت المبارک سے کچھ آگے مغرب کی جانب واقع ہے۔ نماز کے بعد محترم مولانا شریف احمد امینی صاحب کا درس سُنا اور قیام گاہ (مدرسہ احمدیہ) کو واپسی ہوئی۔ معمولات سے فارغ ہو کر کپڑے وغیرہ بدل کر بیٹھے ہی تھے کہ اطفال نے آکر کھانا تیار ہونے کی اطلاع دی۔ وہ اور اُن کے ساتھ خدام مِل کر بڑی مستعدی اور بشاشت کے ساتھ مہمانوں کی خدمت کرتے رہے۔ جلسہ کے آغاز کا وقت نہایت ہی معقول رکھا گیا تھا یعنی دس بجے صبح۔ اس لئے سب دوست کھانے سے آرام سے فارغ ہو کر جلسہ میں شمولیت کی تیاری میں لگ گئے۔

بہشتی مقبرہ میں دُعا

چونکہ جلسہ کی کارروائی شروع ہونے میں ابھی خاصا وقت تھا اِس لئے خاکسار اپنے دوستوں کے ساتھ بغرض دعا بہشتی مقبرہ کی طرف روانہ ہوا جہاں سے جلسہ گاہ بھی قریب تھی۔ مقبرہ میں داخل ہونے سے پہلے ایک خوبصورت اور شاداب باغ آتا ہے جس میں آم کے کافی درخت دکھائی دیتے ہیں۔ ہمارے ایک ساتھی نے ہمیں وہ جگہ بھی دکھائی جہاں آم کے چار پیڑوں کے درمیان (جو بفضلہٖ تعالیٰ اب بھی موجود ہیں) حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کا جسدِ مبارک قبل از تدفین رکھا گیا تھا اور جہاں پر قدرتِ ثانیہ کا ظہور ہُوا تھا۔ وہاں یہ الفاظ تحریر ہیں:

"مقامِ ظہورِ قدرتِ ثانیہ"

حضرت اقدس کے مزار شریف پر رِقّت آمیز دعا کی توفیق ملی۔ حضور کے دائیں جانب حضرت مولوی نورالدین صاحب بھیروی (امام جماعت اوّل) آرام فرما ہیں جن کے متعلق حضرت اقدس نے یہ قابلِ صد رشک شعر فرمایا تھا ؎

چہ خوش بُودے اگر ہر یک زِ اُمّت نورِ دیں بُودے
ہمیں بُودے اگر ہر دل پُر از نورِ یقیں بُودے

حضور کی بائیں جانب حضرت امّاں جان کے کتبے کی تختی نصب ہے۔ بہشتی مقبرہ میں اَبدی اور پُرسکون نیند سونے والے دوسرے بزرگوں کے لئے بھی دعا کی توفیق حاصل ہوئی۔

جلسہ گاہ کی طرف

بہشتی مقبرہ میں دعا کے بعد ہم لوگ جلسہ گاہ کی جانب روانہ ہوئے۔ یہ میدان بہشتی مقبرہ کی طرف داخل ہونے والے گیٹ کے بالمقابل واقع ہے۔ یہاں دوستوں کی سہولت کے لئے دو تین اطراف میں کُرسیاں بھی رکھی گئی تھیں تلاوتِ کلامِ پاک سے جلسہ کی کارروائی کا آغاز ہُوا۔ پھر لوائے احمدیت کے لہرائے جانے کا رُوح پرور نظارہ دیکھنے میں آیا۔ سٹیج سیکرٹری صاحب نے پُرشوکت آواز میں ایمان افروز نعرے لگوائے۔ جُوں جُوں لوائے احمدیت فضا میں بلند ہوتا گیا احباب کا جذبہ و جوش نعروں کی شکل میں بڑھتا چلا گیا۔ جب سٹیج سے "حضرت محمدِ عربیؐ" کا دلنواز نعرہ بلند ہُوا اور سب احباب نے کمال عقیدت و محبّت اور

دلی جوش کے ساتھ "زندہ باد" اور "صلی اللہ علیہ وسلم" کے پاکیزہ الفاظ میں جواب دیا تو ہم میں سے بہت سوں کی آنکھوں میں آنسو چھلکنے لگے۔ دل میں یکدم بے کل کر دینے والا یہ خیال آیا کہ ہمارے ہاں بے سمجھ مخالفین یہ الزام تراشی کرتے ہیں کہ ہم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام صرف دکھلاوے کے طور پر لیتے ہیں۔ کاش وہ خدا خوفی سے کام لیں اور حقیقت کو جاننے کی کوشش کریں۔ وہاں قادیان کے جلسہ میں کونسا مخالف مولوی یا چرب زبان خطیب موجود تھا جس کو سُنانے اور دکھانے کے لئے ہم لوگ پورے جذبہ و جوش سے حضرت محمد عربیؐ کے مقدّس و مطہّر نام کے ساتھ "زندہ باد" اور "صلی اللہ علیہ وسلم" کے نعرے بلند کر رہے تھے۔ خدائے علیم و خبیر گواہ ہے اور خوب گواہ ہے کہ حضرت سرورِ کائناتؐ کی محبت اور عقیدت اور عظمت اور تمکنت کا اتھاہ اور بے پناہ جذبہ ہمارے دِل کی گہرائیوں میں موجزن ہے جو بے اختیار و بے خطر ہماری زبانوں پر جاری ہو جاتا ہے۔ ؎

دِل سے کِس طرح مٹاؤ گے محبت کے نقوش
یہ کوئی ریت پہ لکھی ہوئی تحریر نہیں

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کا محبّت بھرا اسلام

لوائے احمدیت کے لہرائے جانے کی مبارک تقریب کے بعد حضور ایدہ اللہ الودود کا وہ دِلنواز پیغام پڑھ کر سُنایا گیا جو حضور نے خاص اس موقع کے لئے مرحمت فرمایا تھا۔ اپنے پیغام کے آخر میں حضور نے سب حاضرینِ جلسہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:۔

"آپ سب کو بھی میری طرف سے نہایت محبّت بھرا اسلام اور دعائیں پہنچیں اور اُن سب تک بھی میری طرف سے محبّت بھرا اسلام اور دعائیہ جذبات پہنچا دیں جو اِس جلسہ میں شامل نہیں ہو سکے۔ جب آپ اپنے گھروں کو لوٹیں گے، اپنے خاندان کے افراد سے ملیں گے اپنی جماعت کے افراد سے ملیں گے تو اُن سب کی خدمت میں میری طرف سے نہایت محبّت بھرا اسلام کا تحفہ پیش کر دیں اور بتا دیں کہ میں اُنکی دُنیا و آخرت کی بہبود کے لئے دعائیں کرتا ہوں۔"

پس اِس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے یہ خاکسار مؤقر "خالد" کے ذریعہ تمام قارئینِ کرام تک حضورِ پُرنور کے محبّت بھرے سلام اور بھرپور دعاؤں کا تحفہ پہنچانے کی سعادت حاصل کرتا ہے۔ اِس وقت "کلامِ محمود" کا یہ پُرکیف شعر یاد آ رہا ہے ؎

شکرِ خدا گزر گئی راز و نیاز میں ہی عمر
مجھ کو بھی اُن سے عشق تھا اُن کو بھی مجھ سے پیار تھا

بیت الاقصیٰ میں نمازِ تہجد

اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمارے اگلے دن کا آغاز نمازِ تہجد سے ہوا جس کا ایک حصّہ خاکسار نے بیت الاقصیٰ میں جا کر باجماعت ادا کیا۔ نمازِ فجر کے بعد خاکسار نے حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کے دفتر حاضر ہو کر آپ سے شرفِ ملاقات حاصل کیا۔ پھر کچھ دیر بعد خاکسار مکرم و محترم ملک صلاح الدین صاحب ایم۔اے کی خدمت میں حاضر ہوا اور اُن کے نیاز حاصل کئے۔

دوسرے روز کے اجلاس کی نظمیں اور تقاریر بھی

نہایت رُوح پرور تھیں۔ اِس دَوران مختلف احباب سے ملاقات بھی ہوئی۔ سب دوست ایک دوسرے کو بڑے تپاک سے ملتے تھے۔ ایک دوست کی زبانی معلوم ہؤا کہ بَیت الاقصیٰ کے قریب ہی سمعی بصری والوں کا دفتر ہے جو نظموں اور تقریروں کی آڈیو اور وڈیو کیسٹس تیار کر کے دیتے ہیں جن کی قیمت نہایت مناسب ہوتی ہے چنانچہ خاکسار نے بھی اِس موقع سے فائدہ اُٹھایا۔

اُس روز سٹیج سے یہ بھی اعلان کیا گیا کہ جو دوست فارن کرنسی (ڈالر، پاؤنڈ وغیرہ) بھارتی روپے سے بدلنا چاہتے ہوں وہ محاسب صاحب کے دفتر (نزد بَیت المبارک) کے ساتھ رابطہ قائم کریں جہاں سرکاری بنک کے نمائندے اُن کی خدمت کے لئے موجود رہیں گے۔ اِسی طرح واپسی کے لئے پاسپورٹس میں ضروری اندراج کرنے والا عملہ بھی دفتر امورِ عامہ میں پہنچ گیا اور سب کام بآسانی اور بخوبی ہو گیا گویا کہ جماعت کا نظام بفضلہٖ تعالیٰ ہر لحاظ سے نہایت ہی کامیاب اور فائدہ مند ثابت ہؤا۔

عظیم منارۃ المسیح کی پُر لطف سَیر

جلسہ کے تیسرے روز (۲۰ دسمبر ۱۹۸۹ء کو) تہجّد کے لئے بیدار ہوئے تو باہر بارش ہو رہی تھی۔ یہ سلسلہ تھوڑے تھوڑے وقفہ سے دن بھر جاری رہا ہم چند دوستوں نے صبح کے کھانے سے فارغ ہو کر بَیت الاقصیٰ کے تاریخی اور عظیم منارہ کی زیارت اور سَیر کا پروگرام بنایا۔ رِم جھم میں ہی ہم لوگ بَیت الاقصیٰ پہنچ گئے۔ وہاں کوئی ہجوم نہیں تھا اور ہم لوگ بآسانی منارہ کی سیڑھیوں پر چڑھتے گئے۔ منارہ کی کل بانوے سیڑھیاں ہیں اور اس کی بلندی ایک سو پانچ فٹ ہے۔ اِس رفیع الشان منارہ کی بنیاد خود

احمدیت کا جھنڈا

"(دینِ حق) دُنیا پر غالب آکر رہے گا مسیحیت دُنیا میں مغلوب ہو کر رہے گی اب کوئی سہارا نہیں جو عیسائیت کو میرے حملوں سے بچا سکے خدا میرے ہاتھ سے اس کو شکست دے گا۔۔۔۔۔ اور دُنیا میں چاروں طرف (دینِ حق) اور احمدیت کا جھنڈا انتہائی بلندیوں پر اُڑتا ہؤا دکھائی دے گا۔"

(حضرت مصلح موعود: "الموعود" صفحہ ۲۱۴)

حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ نے ۱۳ مارچ ۱۹۰۳ء کو اپنے مبارک ہاتھوں سے رکھی تھی۔ اِس کی تعمیر کا کام بالآخر حضرت فضلِ عمر کے بابرکت عہد میں ۱۹۱۶ء میں پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ ۱۹۳۱ء میں اِس پر ٹاور کلاک نصب کیا گیا جبکہ ۱۹۳۵ء میں اِس کے چاروں طرف بجلی کے قمقمے لگائے گئے۔

جب ہم منارہ کی چوٹی پر پہنچے تو اس کے آٹھ خوبصورت در پُورے علاقہ کا بھرپور منظر پیش کر رہے تھے۔ دُور دُور تک سر سبز و شاداب اور بارش میں دُھلا ہؤا یہ خطہ نیز قادیان کی آبادی بہت رونق بخش نظر آ رہے تھے۔ یہ منارہ سنگِ مرمر کی صاف و شفاف اور خوشنما سِلوں اور پلیٹوں سے مزیّن ہے اور اس کے مدخل پر سنگِ مرمر کی خوبصورت ڈاٹیں بنی ہوئی ہیں۔ یہ ساری تزئین و آراستگی قدرتِ ثانیہ کے مظہرِ ثالث کے کامگار عہد میں ایک مخلص و متموّل دوست کی قابلِ تحسین مالی خدمت کا نتیجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اُنہیں جزائے خیر دے۔

جونہی ہمارے شوق کا یہ مرحلہ طے ہوا اور ہم منارہ سے نیچے اُترے لاؤڈ سپیکر پر اعلان ہوا کہ مسلسل بارش کی وجہ سے جلسہ اب بیت الاقصیٰ میں منعقد ہوگا۔ ہم اندر بیٹھنے کے لئے آگے بڑھے تو منارہ کے مدخل کے عین سامنے ایک اور تاریخی اور بابرکت جگہ دیکھنے کی سعادت نصیب ہوئی ۔ یہ بیت الاقصیٰ میں واقع وہ مبارک مقام ہے جہاں حضرت اقدس نے ۱۱ اپریل ۱۹۰۰ء کو عیدالاضحیٰ کے یومِ سعید پر فصیح و بلیغ عربی زبان میں ایک خارق عادت اور پُر معارف خطبہ دیا تھا جو "خطبہ الہامیہ" کے نام سے موسوم ہے اور جسے حضور کے ارشاد کے ماتحت حضرت مولانا نورالدین صاحب بھیروی اور حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی ساتھ ساتھ قلمبند کرتے جاتے تھے ۔

بیت الاقصیٰ میں جلسہ کے تیسرے دن کی تقاریر بھی نہایت ہی ایمان افروز تھیں اور پوری یکسوئی کے ساتھ سُنی گئیں ۔ پہلے اجلاس کی صدارت جماعتِ احمدیہ کیرالہ (ہندوستان) کے صدر صاحب نے کی جن کے متعلق کئی ماہ پہلے شرپسند مخالفین نے یہ جھوٹی خبر دُنیا بھر میں نشر کر دی تھی کہ وہ خدانخواستہ مباہلہ کے نتیجہ میں ہلاک ہو گئے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے وہ (ڈاکٹر صاحب) زندہ سلامت ہمارے سامنے موجود تھے اور اُنہیں تیسرے دن کے پہلے اجلاس کی صدارت کا اعزاز حاصل ہوا ۔

دوسرے اور آخری اجلاس کی صدارت حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے کی اور اختتامی دعا بھی آپ نے ہی کروائی جو حد درجہ پُرسوز اور اثر انگیز تھی ۔ جُوں جُوں دعا میں رِقّت اور زاری آتی گئی بارش بھی زور زور سے پڑنے لگی گویا یہ بارانِ رحمت استجابِ دعا کی علامت تھی ۔ کلامِ محمود کا یہ شعر کتنا پیارا ہے ؎

میرے آقا پیش ہے یہ حاصلِ شام و سحر
سینۂ صافی کی آہیں آنکھ کے لعل و گہر

خوش رہو اے اہلِ بستی !

اگلی صبح یعنی ۲۱ دسمبر کو بیت الاقصیٰ میں نمازِ تہجد اور نمازِ فجر کی باجماعت ادائیگی کے بعد یہ عاجز بوجھل قدموں اور دلگیر حالت کے ساتھ اِس مبارک بستی سے رخصت ہوا ۔ اُس دن نوّے سے کچھ اُوپر دوست دو بسوں پر سوار ہو کر دعائیں کرتے ہوئے اٹاری ریلوے سٹیشن کی طرف روانہ ہوئے ۔ راستہ میں دُور تک بلند و بابرکت منارۃ المسیح آنکھوں کے سامنے رہا اور ہم درود شریف پڑھتے ہوئے محوِ سفر رہے ۔

قادیان کی پاک اور سادہ بستی میں یہ چند ایام اتنے پُر کیف اور مصروف گزرے کہ دُنیا و مافیہا کی کچھ خبر اور فکر نہ تھی ۔ اب بھی وہ پیارا سماں اور اُس مبارک بستی کی برکتیں، رونقیں اور گلیاں قلب و نظر میں تازہ ہیں ۔ اللہ تعالیٰ اِس بابرکت اور پُر خلوص بستی کے درویش صفت باسیوں کو ہمیشہ شاد و آباد رکھے ۔ آمین یا ربّ !

اہلِ وفائے قادیاں کی خدمت میں ہم اِتنا ضرور عرض کریں گے ؎

جب کبھی تم کو ملے موقع دعائے خاص کا
یاد کر لینا ہمیں اہلِ وفائے قادیاں

"ہر خادم کو کوئی نہ کوئی ہُنر آنا چاہیئے۔"

دعائے مغفرت

نہایت افسوس کے ساتھ اطلاع دی جاتی ہے کہ سلسلہ کے ایک نامور بزرگ حضرت چوہدری رحمت خان صاحب جنہیں بطور امام بیت الفضل لندن خدمت کی سعادت نصیب ہوئی کی اہلیہ محترمہ حیات بی بی صاحبہ مؤرخہ ۱۰ ارجنوری ۱۹۹۰ء بروز بدھ بعمر ۹۰ سال صبح ساڑھے پانچ بجے لاہور میں وفات پاگئیں۔ اگلے روز بعد نماز عشاء بیت المبارک ربوہ میں محترم مولانا سلطان محمود صاحب انور ناظر اصلاح وارشاد نے جنازہ پڑھایا اور بہشتی مقبرہ میں تدفین کے بعد آپ نے ہی دعا کروائی۔

مرحومہ پیدائشی احمدی، نیک، پارسا اور دعاگو خاتون تھیں۔ مرحومہ کے ایک صاحبزادے چوہدری مسعود احمد صاحب پی۔ایچ۔ڈی کیمیکل انجینئرنگ ۱۹۶۷ء میں بجلی کا جھٹکا لگنے سے بیت الفضل لندن میں وفات پاگئے تھے۔ اس کا انکی طبیعت پر بہت اثر رہا۔ مرحومہ نے درج ذیل چار بچے اور دو بچیاں اپنی یادگار چھوڑے ہیں: مکرم چوہدری نذیر احمد خان صاحب ڈپٹی ڈائریکٹر ایگریکلچر ریٹائرڈ ساکن دھیر کے کلاں ضلع گجرات مکرم چوہدری بشیر احمد خان صاحب نائب افسر جلسہ سالانہ ربوہ (عقب فضل عمر ہسپتال ربوہ)۔ مکرم ڈاکٹر چوہدری نصیر احمد خان صاحب ڈپٹی ڈائریکٹر وٹرنری۔ مکرم چوہدری منیر احمد خان صاحب امیر جماعت ہائے احمدیہ ضلع گجرات۔ محترمہ زبیدہ خانم صاحبہ اہلیہ مکرم چوہدری عبدالغنی صاحب آف کویت (حال دارالصدر شرقی ربوہ)۔ محترمہ صوفیہ خانم صاحبہ بیوہ چوہدری محمد اکرم صاحب چٹھہ (موہلن کے چٹھہ) حال ڈیفنس سوسائٹی کراچی۔

احباب جماعت دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ موصوفہ کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے۔ آپ کے درجات بلند فرمائے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ آمین

نہایت افسوس کے ساتھ اطلاع دی جاتی ہے کہ مکرم چوہدری رشید احمد صاحب ابن مکرم چوہدری رحیم بخش صاحب مؤرخہ ۱۷ جنوری ۱۹۹۰ء کو ۵۲ سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم نے بیوہ کے علاوہ چار بیٹے مکرم عامر رشید صاحب نائب قائد مجلس خدام الاحمدیہ دارالذکر فیصل آباد۔ مکرم ثاقب رشید صاحب۔ مکرم طارق رشید صاحب۔ مکرم بابر رشید صاحب اپنی یادگار چھوڑے ہیں۔ مرحوم مکرم چوہدری مقصود احمد صاحب ناظم انصاراللہ ضلع فیصل آباد، مکرم چوہدری بشیر احمد صاحب اور مکرم چوہدری مقبول احمد صاحب کے بھائی تھے۔ مرحوم موصی تھے۔ نماز جنازہ مورخہ ۱۸ جنوری ۱۹۹۰ء کو گیارہ بجے احاطہ دفاتر صدر انجمن احمدیہ میں مکرم مولانا سلطان محمود صاحب انور ناظر اصلاح وارشاد صدر انجمن احمدیہ نے پڑھائی اور بہشتی مقبرہ میں تدفین کے بعد محترم چوہدری حمید اللہ صاحب صدر مجلس انصاراللہ پاکستان نے دعا کروائی۔

احبابِ جماعت کی خدمت میں درخواست ہے کہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے، اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے اور جملہ پسماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق سے نوازے اور ان کا حافظ و ناصر ہو۔ آمین۔

حضرت مصلح موعودؓ ایک صاحبِ طرز و فکر مصنّف کی حیثیّت سے

یہ مضمون اختر اورینوی صاحب (ایم۔اے۔ڈی لٹ) صدر شعبہ اُردو پٹنہ یونیورسٹی (بہار) کا لکھا ہوا ہے جو "مجلۃ الجامعۃ" جلد ۳ نمبر ۲ میں شائع ہوا تھا۔

اُردو زبان و اَدب ایسے تہذیبی اظہارات ہیں جن کی وسعت اِس برِّصغیر کو اپنی آغوش میں لیتے ہوئے عالمی تحریک کی صورت اختیار کر چکے ہیں۔ اِس تہذیبی توانائی کی توسیع میں جماعتِ احمدیہ کا بڑا ہاتھ ہے۔ اُردو زبان صوفیوں کی گود میں پلی ہے اور اس کے پروان چڑھنے کے دَور میں مختلف مذہبی، تعلیمی اور سیاسی تحریکوں نے اِسے ترقّی دی ہے۔ دراصل تہذیبی تحریکیں اپنے واسطۂ اظہار کو آگے بڑھاتی ہیں اور ہونہار واسطے تحریکات کی کامیاب توسیع و اشاعت کا موجب ہوتے ہیں۔ جماعتِ احمدیہ کے بانی حضرت مرزا غلام احمد قادیانی نے زبانِ اُردو کو اپنی عظیم الشّان تحریک احیاء (دینِ حق۔ناقل) کی اشاعت کا ذریعہ بنایا۔ آپ نے تقریر و تحریر میں اسی ہندوستانی زبان کو استعمال فرمایا۔ براہین احمدیہ کی عظیم المرتبت جلدوں کی تصنیف سے لے کر تا تاریخ آخرین کتاب پیغامِ صلح اور رسالہ الوصیّت کی تصنیف تک ایک موّاج دریائے تصنیف و تالیف رواں نظر آتا ہے۔ آپ کی شخصیّت ایک حشر خیز شخصیّت تھی۔ دوست و دشمن نے اِس امر کا اقرار کیا ہے۔ آپ ایک مذہبی تحریک احیاء کے پیغمبر تھے اور اُردو زبان آپ کے روحانی معجزات کا آئینہ بنی۔ قادیان (پنجاب) نہ صرف (دینِ حق۔ناقل) کی نشأۃِ ثانیہ کا مرکز بنا بلکہ وہ اُردو تصنیف و تالیف، تحقیق و تنقید، اشاعتِ صحافت کا ایک اہم مصدر بن گیا۔ تفسیرِ قرآن اور ..... علمِ کلام کے لحاظ سے قادیان ایک بے مثل عالمی مرکز بن گیا۔ دین و دانش علم الالسنہ اور علمِ کلام، فلسفہ و الٰہیات، اخلاقیات و رُوحانیات، تقابلی دینیات، تاریخ، سیاسیات، اقتصادیات، علم البدن و عمرانیات وغیرہ پر اہلِ قلم حضرات نے بہ کثرت کتابیں اُردو میں لکھیں۔ ان سب کا منبع و مخزن قادیان تھا۔ جس طرح تحریک ولی اللّٰہی نے اُردو کے لئے آبِ بقا کا کام کیا ہے اُسی طرح تحریکِ احمدی نے اُردو کو آبِ حیات بخشا۔ نمایاں فرق آخر الذّکر کی وسعت اور اہمیّت کا ہے۔ افسوس ہے کہ اَب تک تاریخ اُردو زبان و اَدب کے محقّقین نے اِن دونوں میں سے کسی کا حق ادا نہیں کیا۔ اور تحریکِ احمدیہ کی لسانی اور ادبی خدمات کے سلسلہ میں تو خطرناک تعصّب سے کام لیا گیا ہے۔ بایں ہمہ حقیقت کا چھپانا ناممکن ہے۔ ع

ثبت است بر جریدۂِ عالم دوامِ ما!

حضرت میرزا غلام احمد سُلطان القلم تھے اور آپ کے فرزندِ ارجمند بہ ہر جہت حُسن و احسان میں آپ کے نظیر تھے۔

حضرت مرزا محمود احمد بھی اُردو کے صاحبِ فکر و طرز مصنّف تھے اور آپ کی شخصیت و انفرادیت بھی مسلّم ہے۔ فکر و بصیرت کے ساتھ ساتھ فطرت نے آپ کو ذوقِ سلیم اور لطافت و نفاست کی دولت بھی عطا کی ہے۔ آپ کی تصنیفوں میں منطق و استدلال، وجدان و عرفان اور حُسنِ بیان کی پُر تاثیر ترکیب ملتی ہے اور دل و دیدہ کو مسرور کرتی ہے۔

حضرت مرزا محمود احمد کی مصنّفات کا دائرہ نہایت وسیع اور حیرت آفرین ہے۔ آپ نے اخلاقیات و رُوحانیات کے مختلف پہلوؤں پر بصیرت افروز کتابیں لکھیں اور آپ ہی کے عقدہ کشا قلم نے عمرانیات، سیاسیات اور اقتصادیات کے پیچیدہ مسائل کی گرہیں بھی کھولی ہیں۔ آپ شاعر اور ادیب بھی تھے اور مترجم و مفسّرِ قرآن بھی۔ نیز آپ اعلیٰ درجہ کے مقرر اور خطیب تھے۔ آپ کی تقریریں اور خطبات بھی منظّم و مرتّب کتابوں کی شکل اختیار کر چکے ہیں۔

حضرت مرزا محمود احمد کو لڑکپن سے ہی مطالعہ کتب کا شوق تھا۔ دینی کتابوں کے ساتھ ساتھ آپ کثرت سے اُردو کی اَدبی و علمی کتابیں بھی پڑھا کرتے تھے۔ اُردو افسانوں، انشائیوں، نظموں، غزلوں اور دوسری اصنافِ سخن کا مطالعہ بھی آپ نے فرمایا۔ اُردو کی کتابوں کے علاوہ آپ انگریزی زبان میں شائع ہونے والی اعلیٰ درجہ کی علمی اور سائنسی کتب کا مطالعہ بھی فرماتے رہے۔ آپ کے علمی تبحر کا کچھ تجربہ مجھے بھی ہے۔ اگر ایک طرف منازلِ سلوک کے رازداں تھے تو دوسری جانب آپ معاشی احسانیات سے بھی باخبر ہیں۔ آپ نے علمِ زراعت اور ثمر کاری پر بھی معیاری کتابیں پڑھیں اور اقتصادیات و سیاسیات پر بھی۔ آپ تنظیم جماعت، اجتماعی و انفرادی نفسیات، فلسفۂ قیادت اور تربیت جماعت کے ماہر تھے۔ دینیات کے مختلف شعبوں کا مطالعہ آپ نے اجتہادی رنگ میں فرمایا۔ آپ کی نکتہ رسی، بصیرت اور عرفان کی نُور افشانیوں کا یہ عالم تھا کہ آپ کی مصنّفات و تحقیقات کا قاری نہ صرف وَجد کرنے لگتا ہے بلکہ خود اُس کی ذہنی بینائی اور فکری بصیرت بڑھ جاتی ہے اور اُس کا ذہن و دماغ نکتہ رس و معنی آفرین بن جاتا ہے۔

مَیں ۱۹۴۳ء کے اکتوبر میں قادیان گیا۔ اُن دنوں قومی تحریک کے تحت جمشید پور کے کارخانۂ آہن میں بڑی لمبی اسٹرائیک ہوئی تھی۔ مَیں نے آپ سے تذکرہ کیا کہ غالباً یہ ہندوستانی فیکٹریوں کی سب سے بڑی اور طویل اسٹرائیک تھی۔ آپ وقارِ عمل کی قیادت سے واپس ہوتے ہوئے گول کمرے کے پہلو سے بَیتِ مبارک کی سیڑھیوں پر چڑھ رہے تھے۔ فرمایا۔ نہیں۔ بمبئی، احمد نگر اور پُونا کے کپڑے کے کارخانوں میں اس سے طویل تر اسٹرائیک ہو چکی ہے۔ مَیں ایک روحانی پیشوا کی اِس واقفیت سے ششدر رہ گیا۔ مَیں اُن دنوں اشتراکیّت و اشتمالیّت کا گہرا مطالعہ کر رہا تھا اور میرے ذہن میں (دینِ حق۔ ناقل) کے معاشی نظام کے متعلق اُلجھنیں پیدا ہونے لگی تھیں مَیں مختلف فرقوں کے علماء سے تبادلۂ خیالات کر کے ناآسودہ لَوٹ چکا تھا۔ احمدی علمائے (دینِ حق) بھی قادیان میں دینِ حق اور اشتمالیّت کے تقابلی مطالعہ کے باب میں میری تسلّی نہیں کر سکتے تھے مَیں نے حضرت مرزا محمود احمد امام جماعت کا دروازہ ڈرتے ڈرتے کھٹکھٹایا۔ حضور نے بندہ نوازی فرمائی اور آدھ گھنٹے کی گفتگو سے میرے ذہن کے تاریک گوشے روشن ہو گئے اور دل کی بند کھڑکیاں کُھل گئیں۔ میری بصیرت اُس وقت اَور بڑھ گئی جب اس تاریخی ملاقات کے بعد حضور کی دُو معرکۃ الآراء کتابیں "نظامِ نَو" اور "...... کا اقتصادی نظام" شائع ہوئیں۔

مجھے دینِ حق کے موضوعات بالخصوص سیرتِ پاک حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر تقریر و تحریر کی سعادت گاہ بگاہ نصیب ہوتی رہی ہے۔ اِس سلسلہ میں جب بھی مَیں نے حضرت اقدس بانئ سلسلہ عالیہ احمدیہ اور حضرت مرزا محمود احمد کی تصنیفوں سے کسبِ نور کیا میرے دیدہ و دل منوّر ہو گئے اور بخدا مجھے نئے نئے نکتے اور تازہ معانی کی دولت حاصل ہوئی اور میرے دماغ میں ایسی توانائی پیدا ہوئی کہ وہ خود نکتہ رس اور معنی آفرین بن گیا۔ میرے دین و دانش کی پرورش و تربیت میں حضرت مرزا محمود احمد کی مصنّفات کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔ مَیں اپنے عزیز نوجوانوں کو کہتا رہتا ہوں کہ اگر تم دنیاوی علوم میں بھی آگے بڑھنا چاہتے ہو اور ذہن و دماغ کا کلچر چاہتے ہو تو حضرت امام جماعتِ احمدیہ الثانی کی کتابیں پڑھا کرو۔ رُوح و جان کی ربوبیّت کے ساتھ ساتھ ذہن و دماغ کی پرورش کے لئے یہ تصنیفیں سرچشمۂ فیض ہیں جیسے حضرت اقدس بانئ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی کتابیں بحرِ بیکراں ہیں اور حضرت امام جماعتِ احمدیہ الثانی کی کتابیں علوم کی نہریں ہیں۔ شاخ در شاخ۔ شعبہ در شعبہ۔ مربوط۔ منظّم۔ سہل۔ رواں۔ اِن کا مصدر و منبع وہی دریائے فیض ہے۔ مسیحِ محمدیؐ کے اناجیل عصر اور یہ انجیلیں او قیانوسِ قرآن سے فیضیاب و شاداب ہیں۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ۔ آمین! اللّٰھم آمین!

اِس مختصر مقالہ میں حضرت مرزا محمود احمد کی مصنفانہ حیثیت کا سرسری جائزہ بھی نہیں لیا جاسکتا یہ تو محض ایک تعارف ہے۔ اِس موضوع پر ایک تحقیقی و تنقیدی کتاب لکھی جاسکتی ہے۔ آپ کے موضوعاتِ تصنیف کی گوناگونی اور تنوّع تو اِس امر کا متقاضی ہے کہ آپ کے ہر شعبۂ تصنیف و تحقیق پر ایک مبصرانہ کتاب لکھی جائے۔ (اگر اللہ نے چاہا) آپ کی کتب مستقبل کے عظیم الشّان علومِ دینِ حق کی بنیادیں بنیں گی۔ ہر نہر سے ایک دجلۂ برکت و کثرت رواں ہوگا اور محمدی چشمۂ کوثر کی پہنائی عالمگیر ہو جائے گی۔

مَیں حضرت مرزا محمود احمد کی مصنّفات کو مختلف شعبوں میں تقسیم کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ اِس سلسلہ میں ایک حقیقت واضح ہے کہ آپ کی تصنیفوں کی ہمہ گیر فضا مذہبی ہے۔ (دینِ حق اور مذہبی۔ ناقل) مسائل نے آپ کو آمادۂ تصنیف کیا ہے۔ مَیں سب سے پہلے اُن تصنیفوں کا تذکرہ کروں گا جو تاریخی، سیاسی، عمرانی یا اقتصادی ہیں۔ مثلاً "..... میں اختلافات کا آغاز"۔ "ترکِ موالات اور احکامِ ....."۔ "نہرو رپورٹ پر تبصرہ"۔ "ہندوستان کا دستورِ اساسی"۔ "وفاقی نظام"۔ "نظامِ نَو"۔ "..... کا اقتصادی نظام"۔ "ملکیّتِ زمین"۔ فی الحال اِن سب کتابوں پر علیحدہ علیحدہ تبصرہ کرنے کا موقعہ نہیں مَیں صرف اِن کی مُشترک خصوصیات کا ذکر کروں گا۔ موضوعات و مسائل پر عالمانہ نظر، مدلّل طرزِ بیان، سچائی، صفائی، روانی، اخلاص، متانت، قوّت و استحکام، ذہانت، تضاد یا اُلجھاوے سے پاکی، دُور بینی، ہمدردی، صلح جُوئی، انسانیّت دوستی اور خدا ترسی اِن تصنیفوں کی اقدارِ مُشترک ہیں۔ (دینِ حق۔ ناقل) فرقوں کے درمیان امن کی تلاش اور تاریخ (دینِ حق) کے بنیادی مسائل کی حقیقت پسندانہ اور صُلح جُویانہ تعبیر ہمیں "..... میں اختلافات کا آغاز" میں ملتی ہیں۔ "ترکِ موالات اور احکامِ ..... " "نہرو رپورٹ پر تبصرہ"۔ اور "ہندوستان کا دستورِ اساسی" سیاسی بصیرت کے ساتھ ساتھ ملک و ملّت کے لئے گہری دردمندی اور ہندو ..... اتحاد کے جذبۂ صادق کی آئینہ دار ہیں۔ کاش خود غرض اور طاقتور دُنیا دار کبر کثرت اور حرص و دولت میں عقلِ سلیم اور انسانیّت کو طلاق نہ دے بیٹھتے۔

"نظامِ نَو" اور "..... کا اقتصادی نظام" ایک سلسلہ کی دو اہم کڑیاں ہیں۔ تیسری کڑی "ملکیتِ زمین" ہے۔ اِن کتابوں کی اہمیت کا اندازہ اِس امر سے ہوگا کہ یہ بیک وقت سرمایہ دارانہ اقتصادی نظام اور اشتمالی نظامِ معاش و حیات پر تنقید کرتے ہوئے (دینِ حق کے) اقتصادیات کی وضاحت کرتی ہیں اور دینِ حق کے نظامِ دین و دُنیا کی ہمہ جہتی تصویر پیش کرتی ہیں۔ یہ مصنفات (دینِ حق کے) اقتصادی عہد نامہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اِن میں متین مگر توانا استدلال، تاریخ اور علم النفس سے واقفیت، عالمی اقتصادیات سے گہری باخبری، قرآنی علوم کا عرفان اور صداقت و برکتِ (دینِ حق) پر اٹل ایمان کی جلوہ گری ملتی ہے۔ اِن سے ہمارے ذہن کی تشنگی بھی دُور ہوتی ہے اور دِل کی پیاس بھی۔

حضرت مکرم کی تصنیفوں کا ایک سلسلہ "دعوت الامیر" "تحفہ شہزادہ ویلز"، (بانیٔ سلسلہ احمدیہ۔ ناقل) کے کارنامے" اور احمدیت یعنی حقیقی ......" سے مرتب ہوتا ہے۔ دلائل و براہین، خلوص و صداقت، رُشد و ہدایت، وسعتِ نظر، تحقیقِ جدید اور بلندیٔ فکر سے اِن مصنفات کی ترکیب ہوتی ہے۔ (دینِ حق اور دینِ حق۔ ناقل) کی نشاۃِ ثانیہ کے متعلق یہ تعمیری کتابیں ہمیشہ معیار اور مینارِ ہدایت کا کام دیں گی۔

حضرتِ محمود کی تصنیفوں کا ایک اور زرّیں سلسلہ مندرجہ ذیل تابناک کڑیوں سے بنا ہے۔ ملائکۃ اللہ، ذکرِ الٰہی، تقدیرِ الٰہی، انقلابِ حقیقی، منہاج الطالبین اور سیرِ روحانی کی جلدیں۔ یہ کتابیں اخلاقیات، روحانیات اور الٰہیات کے چاند تارے ہیں۔ ارتقائے عالم و آدم۔ ذکر و فکر۔ حقیقتِ ملائکہ۔ مسئلہ تقدیر و تدبیر۔ علمِ الٰہی۔ جزاء و سزا

تربیتِ نفس و رُوح۔ تزکیۂ قلب۔ عظمتِ قرآن۔ حکمتِ شریعت۔ تصوف۔ محبتِ الٰہی اور معراجِ روحانی کے مسائل کے نظری اور عملی پہلوؤں پر اِن کتابوں نے ایسی مُجلّٰی و مُصفّٰی روشنی ڈالی ہے کہ ذہن و رُوح کی آنکھوں کے سامنے حقائق اور طمانیت کا ایک عالمِ نَو جھلک اُٹھتا ہے۔ منازلِ سلوک طے کرکے قُربِ الٰہی حاصل کرنے کے وسائل ہمیں ان رہنما کتابوں کے اَوراقِ ضیاء بار میں ملتے ہیں۔ سیرِ روحانی کی جلدیں عصرِ نَو کی فتوحاتِ مکیہ کے مقام پر ہیں۔ کئی جہتوں سے سیرِ روحانی شیخ اکبر حضرت محی الدین ابنِ عربی کی گرانقدر تصنیف سے زیادہ قیمتی کتاب ہے۔ اس کی افادیت اور بصیرت افروزی عصری تقاضوں کو بہتر طور پر پُورا کرتی ہے۔

حضرت مرزا محمود احمد کے تصنیفی کارناموں میں تفسیرِ صغیر اور تفسیرِ کبیر کی تابناک جلدیں ہیں۔ یہ تفسیریں سراجِ منیر ہیں۔ اِن سے قرآنِ حکیم کی حیات بخش شعاعوں کا اِنعکاس ہوتا ہے۔ تفسیرِ قرآنی کی یہ دولتِ سرمدی دُنیا اور عُقبیٰ کے لئے لاکھوں سلطنتوں اور ہزاروں جنّتوں سے افضل ہے۔

علومِ قرآنی کے گُہر ہائے آبدار کانِ معانی و معدنِ عرفان سے نکالے گئے ہیں۔ خواص معارف پر فدا ہونے کو جی چاہتا ہے۔

اِن تفسیروں کی خوبیاں بیان کرنے کے لئے ایک دفتر چاہیئے۔ مَیں اِس سلسلے میں ایک واقعہ کا ذکر کئے دیتا ہوں۔ مَیں نے یکے بعد دیگرے حضرت امام جماعتِ احمدیہ الثانی کی تفسیر کبیر کی چند جلدیں پروفیسر عبدالمنان بیدل سابق صدر شعبہ فارسی پٹنہ کالج، پٹنہ و حال پرنسپل شبینہ کالج پٹنہ کی خدمت میں پیش کیں۔ وہ ان تفسیروں کو پڑھ کر

اتنے متاثر ہوئے کہ انہوں نے مدرسہ عربیہ شمس الہدٰی پٹنہ
کے شیوخ کو بھی تفسیر کی بعض جلدیں پڑھنے کے لئے دیں
اور ایک دن کئی شیوخ کو بُلوا کر انہوں نے اُن کے خیالات
دریافت کئے۔ ایک شیخ نے کہا کہ فارسی تفسیروں میں ایسی تفسیر
نہیں ملتی۔ پروفیسر عبدالمنان صاحب نے پوچھا کہ عربی تفسیروں
کے متعلق کیا خیال ہے۔ شیوخ خاموش رہے۔ کچھ دیر کے بعد
ان میں سے ایک نے کہا پٹنہ میں ساری عربی تفسیریں ملتی نہیں
ہیں مصر و شام کی ساری تفاسیر کے مطالعہ کے بعد ہی صحیح
رائے قائم کی جا سکتی ہے۔ پروفیسر صاحب نے قدیم عربی
تفسیروں کا تذکرہ شروع کیا اور فرمایا "مرزا محمود کی تفسیر کبیر کے
پایہ کی ایک تفسیر بھی کسی زبان میں نہیں ملتی۔ آپ جدید تفسیریں
بھی مصر و شام سے منگوا لیجئے اور چند ماہ بعد مجھ سے باتیں
کیجئے۔" عربی و فارسی کے علماء مبہوت ہو گئے۔

میری ناچیز رائے میں تفسیر کبیر مندرجہ ذیل خوبیوں کی
حامل ہے۔ ان میں قرآنِ حکیم کے تسلسل، ربط، تنظیم، ترتیب،
تعمیر اور سورتوں کے موضوعات و معانی کی ہم آہنگی کو
صاف، روشن و مدلّل طور پر ثابت کیا گیا ہے۔ قرآن مجید صرف
ایک سلکِ مروارید نہیں بلکہ یہ ایک رُوحانی قصر الحمراء ہے۔
ایک زندہ تاج محل ہے۔ اس کے عناصرِ ترکیبی کے حُسن کا راز
نظم و ضبط۔ اس کے تراشیدہ ایجازِ بیان، اس کی معجزانہ
صنعت گری، اس کی گہری وسیع اور بلند معنی آفرینی اور اسکے
غیر مختتم خزینۂ علم و عرفان کا شعور تفسیر کبیر کے مطالعہ سے
حاصل ہونے لگتا ہے۔ قرآنِ حکیم کے اس مقامِ عظیم کی دریافت
. . . . حضرت مرزا غلام احمد
کی دریافت ہے۔ انگریز مصنف و ادیب کارلائل نے قرآن مجید
کے محاسن کو تسلیم کرنے کے باوجود یہ بات کہہ دی تھی کہ
"قرآن ایک خوبصورت مگر بے ربط بیان ہے"۔

"IT IS A BEAUTIFUL JARON"

حضرت مرزا محمود نے نہایت لطیف و بلیغ انداز میں اس امر
کو درجۂ یقین تک پہنچا دیا کہ قرآن مجید ایک کتابِ عظیم
ہے اور اس کے ابواب و عناصر، اس کی سُورتیں اور آیات
گُل دمیدہ کی طرح، حُسنِ یوسفؑ کی مانند، نظامِ شمسی کی مثال
مربوط، منظم، متناسب، ہم آہنگ اور حسین ہیں۔

تفسیر کبیر کی یہ خصوصیت بھی ہے کہ اس میں انسانی
تقاضوں، ضرورتوں اور مسئلوں سے وابستہ بکثرت نئے
مضامین، نکتے اور تفصیلیں ملتی ہیں اور ہمارے رُوح و
ذہن کی تشنگی بُجھاتی ہیں۔ ہر سُورۃ، ہر پارہ کی تفسیر میں
معارف اور علوم کا دریائے رواں جوش مارتا ہؤا نظر
آتا ہے۔ اس کے ذریعہ نئے علوم اور نئے مسائل پر
گہری تنقیدیں ملتی ہیں اور . . . . نظریوں کا اتنا تسلّی بخش
اظہار و بیان ملتا ہے کہ آخرالذکر کی برتری ثابت ہو جاتی
ہے۔

تفسیرِ کبیر میں قصصِ قرآنی کی عارفانہ تعبیریں اور
تفصیلیں ملتی ہیں۔ علم و حکمت، روحانیت و عرفان، نکتہ دانی
و وضاحت کی تجلّیاں شکوک و شبہات کے خس و خاشاک کو
دُور کر کے تفہیم و تسکین کی راہیں صاف و روشن کر دیتی ہیں۔
تاریخِ عالَم۔ قوموں کے عروج و زوال، اسبابِ زوال،
سامانِ عروج، نفسیاتِ اجتماعی، فرد و جماعت کے روابط
اور بندے کے اللہ سے تعلق کی اعلیٰ تحقیق و توضیح ملتی ہے۔
معجزات، پیشگوئیوں، انبیاء و غیر انبیاء کے خوابوں،
رموز و استعارات قرآنی و مقطّعات کی حقیقی، حکمتی اور
ایمان افروز تعبیروں سے تفسیر کبیر کے اوراق تابناک ہیں۔
اس عظیم تفسیر میں تعلیمات . . . . . کا فلسفہ نہایت
عمدہ طور پر پیش کیا گیا ہے۔ دوسرے مذاہب کی تعلیموں

اور معروف فلسفوں سے موازنہ و مقابلہ بھی عالمانہ اور منصفانہ رنگ میں کیا گیا ہے۔۔۔۔۔ تعلیمات کی پُر شوکت فضیلت سے دِل کو طمانیت، راحت و تسکین ملتی ہے اور ذہن کو رفعت حاصل ہوتی ہے۔ اِس تفسیر کا اندازِ نظر عصری اور سائینسی بھی ہے، فلسفیانہ اور حکمتی بھی اور وجدانی و عرفانی بھی۔

اِس تفسیرِ اکبر کے عالم علم و عرفان کی تجلّیات بیان کرنے کے لئے دفتر در دفتر چاہیئے۔ یہ تفسیر ملّتِ۔۔۔۔۔ کی بے بہا دولت ہے۔ قرآنِ حکیم کی اِس تفسیر سے اُمّتِ محمّدیہ کا مستقبل وابستہ ہے۔۔۔۔۔۔

حضرت مرزا محمود کی طرزِ نگارش کی سب سے بڑی خصوصیّت یہ ہے کہ وہ موضوعِ سخن کے مطابق ہے علمی مضامین کے لئے سنجیدہ، متین، مدلّل، سلیس اور رواں اسلوبِ بیاں پُر تاثیر و حُسن آفریں ہوتا۔ آپ کے اسلوب میں یہ خوبیاں پائی جاتی ہیں۔ عام فہم، فصیح اور پُر وقار طرزِ نگارش کلام کو دلنشیں بنا دیتی ہے لیکن آپ کے اسالیب میں موزوں لچک داری بھی ملتی ہے۔ اسالیب کے متناسب سائے، رنگ و نور، لَب و لہجہ و آہنگ بڑی موزونیّت اور خوبصورتی سے اُبھرتے ہیں۔ آپ کی عبارتوں کا ترنّم نثری بھی نہایت خوش آئند اور خوش تاثیر ہے۔۔۔۔۔

حضرت مرزا محمود کی ایک نمایاں اور گراں بہا خصوصیّت یہ ہے کہ آپ سادہ اور عام فہم رنگ میں بڑے گہرے معارف بیان فرما جاتے ہیں۔ آپ کے کلام میں فکر کو مہمیز کرنیوالی قوّت کے ساتھ دل کو گداز اور گرم کرنے والی توانائی بھی پائی جاتی ہے۔ کہیں لطافت اور نفاست دامنِ دل کھینچتی ہے اور کبھی جلال و رفعت کبریائی کا نظّارہ دکھاتی ہے۔ آپ سلیقے اور قرینے سے تشبیہات و استعارات بھی استعمال کرتے ہیں۔ بلاغت کی دوسری صنعتیں بھی موزونیّت سے بَرتی جاتی ہیں لیکن آرائشِ کلام یا سخن سازی کی مصنوعی اور گراں بار کوششیں کہیں نہیں ملتیں۔۔۔۔۔

حضرت مرزا محمود کا اسلوبِ بیان سادگی کے باوجود نہایت پُر معنیٰ و تاثیر ہوتا ہے۔ آپ لطیف و رفیع مضامین و نکات اُس زبان میں پیش کرتے ہیں جو سہل ممتنع ہے۔ آپ کی نثر میں پُرکاری و تصنّع نام کو نہیں ہوتا۔ ایک فطری و معصوم دلکشی کے ساتھ فنّی دِل رُبائی کی جھلک ملتی ہے۔ ایک بڑے دریائے رواں کا جمال جلال کے ساتھ ہم آغوش پایا جاتا ہے۔ گہرائی، وسعت اور روانی کی حسین ترکیب ملتی ہے۔ طرز میں بڑا توازن بھی ہے اور لچک داری بھی۔ آہنگ اور آہنگ میں مناسب تنوّع بھی ملتا ہے۔ حاصلِ سخن پیش کرتے ہوئے یا تکمیلِ پیام کے وقت خطابت کا لطف بھی پیدا ہو جاتا ہے۔ آپ کے ہاں جذبہ و جوش کا اظہار بھی ہے مگر شعلگیٔ جذبات اور وحشی آتش نفسی کہیں بھی نہیں۔ تخیل کی رفعتیں اور لطافتیں بھی ہیں، لیکن دور از کار نازک خیالی اور پیچیدہ نفاستیں نایاب ہیں۔

مَیں ختمِ کلام حُسنِ کلام کی انتہاء پر کرنا چاہتا ہوں۔ قرآن حکیم و مجید حُسن کا ایک معجزۂ مبین ہے اور حضرت مرزا محمود احمد کی تفسیر کبیر ایک ایسا آئینۂ جمال ہے جسے ہم روحانی جامِ جمشید کہہ سکتے ہیں۔ اس کی معنیٰ آفرینیوں اور نکتہ بیانیوں کو حُسنِ اظہار کا مُجلّیٰ و مُصفّیٰ اسلوب بھی حاصل ہے۔ تاثیرِ سخن اور گرمیٔ انجمن کی کوئی حد ہی نہیں۔ ایک انگریز شاعر کیٹس نے کتنا سچ کہا ہے:۔

"صداقت حُسن ہے اور حُسن صداقت"

تفسیر کبیر صداقت کی حسین تعبیر و تشریح ہے لہٰذا یہ ملّتِ بیضا اور انسانیّتِ عظمیٰ کے لئے "مسرّتِ ابدی کا سامان

ہے۔ اس کے رنگِ جمال کا ایک عکس دیکھئے :-

سورۃ فاتحہ کے مضامین کا خلاصہ

"سورۃ فاتحہ کے مضامین جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے قرآن کریم کے لئے بطور دیباچہ کے ہیں۔ قرآن کریم کے مضامین کو مختصر طور پر اس میں بیان کر دیا گیا ہے تاکہ پڑھنے والے کو شروع میں ہی قرآنی مطالب پر اجمالاً آگاہی ہو جائے پہلے بسم اللہ سے شروع کیا ہے جس سے ظاہر ہے کہ ایک ..... خدا تعالیٰ پر یقین رکھتا ہے (بسم اللہ) وہ اس امر پر بھی یقین رکھتا ہے کہ خدا تعالیٰ فلسفیوں کے عقیدہ کے مطابق صرف دُنیا کے لئے علتِ اولیٰ کا کام نہیں دے رہا بلکہ دُنیا کے کام اس کے حکم اور اشارے سے چل رہے ہیں اس لئے اس کی مدد اور اعانت بندہ کے لئے بہت کچھ کار آمد ہو سکتی ہے۔ (بسم اللہ) وہ صرف ایک اندرونی طاقت نہیں ہے بلکہ وہ مستقل وجود رکھتا ہے اور اس کا مستقل نام ہے اور مستقل صفات سے وہ متصف ہے۔ (اللہ، الرحمٰن الرحیم) وہ منبع ہے سب ترقیات کا اور تمام سامان جن سے کام لیکر دُنیا ترقی کر سکتی ہے اسی کے قبضہ میں ہیں (الرحمٰن) اس نے انسان کو اعلیٰ ترقیات کیلئے پیدا کیا ہے۔ جب وہ اللہ کے پیدا کردہ سامانوں سے صحیح طور پر کام لیتا ہے تو اس کے کام کے اعلیٰ نتائج پیدا ہوتے ہیں جو اسے مزید انعامات کے مستحق بنا دیتے ہیں اور بناتے چلے جاتے ہیں۔ (الرحیم) اس کے سب کاموں میں جامعیت اور کمال پایا جاتا ہے اور حُسن سے وہ متصف ہے۔ اور سب تعریفوں کا مالک ہے کیونکہ اس کے سوا جو کچھ بھی ہے سب اسی کا پیدا کردہ ہے۔ (الحمدللہ ربّ العٰلمین) کوئی چیز بھی اللہ کے سوا ایسی نہیں جس کی ابتداء اور انتہاء یکساں ہو، بلکہ اس کے سوا جس قدر اشیاء ہیں اَدنیٰ حالت سے شروع ہوئی ہیں اور ترقی کرتے کرتے کمال کو پہنچی ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ سب اشیاء کا خالق ہے اور کوئی چیز آپ ہی آپ نہیں۔ (ربّ العٰلمین) یہ دُنیا ایک متنوع دُنیا ہے یعنی اس کی ہزاروں شاخیں ہیں اور ہزاروں قِسم کے مزاج ہیں۔ پس کسی چیز کے سمجھنے کے لئے اس کی جنس پر غور کرنا چاہیئے نہ کہ دوسری جنس کی اشیاء پر۔ خدا تعالیٰ کا معاملہ ہر جنس سے اس کی حیثیت کے مطابق ہے۔ پس دُنیا میں خدا تعالیٰ کے سلوک میں اگر اختلاف نظر آئے تو اس سے دھوکہ نہیں کھانا چاہیئے وہ اختلاف حالات کے اختلاف کی وجہ سے ہے نہ کہ ظلم کی وجہ سے یا عدم توجہ کی وجہ سے۔ (ربّ العٰلمین) جس طرح اللہ تعالیٰ ہر کام لینے والی شئے کا خالق نظر آتا ہے' وہ ہر سامان کا بھی خالق نظر آتا ہے۔ پس ہر چیز ہر وقت اس کی مدد کی محتاج ہے۔ (الرحمٰن) پھر جس طرح خدا تعالیٰ اشیاء اور ان سامانوں کا خالق ہے جن سے ان اشیاء نے فائدہ اُٹھانا ہے اسی طرح وہ ان نتائج پر بھی تصرّف رکھتا ہے جو سامانوں کے

استعمال کرنے کے بعد پیدا ہوتے ہیں مثلاً انسان کو بھی اُس نے پیدا کیا اور اس کھانے کو بھی اس نے پیدا کیا ہے جو اس کی زندگی کے لئے ضروری ہے اور پھر وہ اچھا یا بُرا خون جو اس کھانے کے استعمال سے پیدا ہوگا وہ بھی اسی کے حکم اور امر سے ہی ہوگا۔ (الرحیم) پھر اس نے جزا سزا کا بھی ایک طریق مقرر کیا ہے۔ یعنی ہر چیز اپنے حالات کے مطابق اپنے کاموں کے اچھے یا بُرے نتائج کا مجموعی نتیجہ ایک دن دیکھ لیتی ہے۔ یعنی کاموں کے نتیجے دو طرح کے ہوتے ہیں ایک درمیانی کہ ہر کام کا نتیجہ کچھ نہ کچھ نکل آتا ہے اور ایک کفری کہ سب کاموں کا مجموعی نتیجہ نکلتا ہے۔ سو اللہ تعالیٰ نے صرف یہی انتظام نہیں کیا کہ ہر کام کا نتیجہ نکلے بلکہ اس نے یہ تدبیر بھی اختیار کی ہے کہ سب کاموں کا مجموعی نتیجہ نکلے جس کے سبب سے وہ مالکِ یوم الدین کہلاتا ہے۔"

(تفسیر کبیر جلد اوّل جزو اوّل صفحہ ۱۰۹)

حاصلِ کلام یہ کہ حضرت مرزا محمود احمد ایک بلند پایہ مصنّف، عہد آفرین مفکّر، صاحب طرز نثار، منفرد ماہر اسلامیات اور معجز نما صلاحیت رکھنے والے مفسّر ہیں۔

اپنے خون کا آخری قطرہ

"مَیں اِس موقعہ پر جہاں آپ لوگوں کو یہ بشارت دیتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے آپ کے سامنے حضرت (بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ) کی اُس پیشگوئی کو پُورا کر دیا جو مصلح موعود کے ساتھ تعلق رکھتی تھی وہاں مَیں آپ لوگوں کو اُن ذمّہ داریوں کی طرف بھی توجہ دلاتا ہوں جو آپ لوگوں پر عائد ہوتی ہیں ...... آپ کا اوّلین فرض یہ ہے کہ اپنے اندر تبدیلی پیدا کریں اور اپنے خون کا آخری قطرہ تک (دینِ حق) اور احمدیت کی فتح اور کامیابی کے لئے بہانے کو تیار ہو جائیں۔ بے شک آپ لوگ خوش ہو سکتے ہیں کہ خدا نے اس پیشگوئی کو پورا کیا...... بیشک تم خوشیاں مناؤ اور خوشی سے اُچھلو اور کُودو لیکن مَیں کہتا ہوں اِس خوشی اور اُچھل کُود میں تم اپنی ذمّہ داریوں کو فراموش مت کرو۔"

(حضرت مصلح موعود)

تھا جنہیں ذوقِ تماشہ وہ تو رخصت ہو گئے
لے کے اب تو وعدۂ دیدارِ عام آیا تو کیا
آخرِ شب دید کے قابل تھی بسمل کی تڑپ
صبحِ دم کوئی اگر بالائے بام آیا تو کیا

(اقبال)

اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِ

نماز مومن کی معراج ہے

قسط دوم

خدام الاحمدیہ کے پچاس سال ـــ ایک مختصر جائزہ

(مرتبہ: مکرم سلطان احمد صاحب مبشر)

۱۹۵۱ء

۱۲ جنوری: انڈونیشیا میں باقاعدہ طور پر مجلس کا قیام۔

۹ جولائی: حضور کی منظوری نظر ثانی شدہ دستور اساسی پر۔

۱۴ اکتوبر: وطن عزیز کی خاطر ہر قربانی کے لئے تیار رہنے کا خدام کا عزم۔

اکتوبر: پورے پنجاب میں ضلعوار نظام کا قیام۔

۱۹۵۲ء

۶ فروری: حضور کے ہاتھوں دفتر مجلس خدام الاحمدیہ کا سنگِ بنیاد۔

۵ اپریل: حضور کے ہاتھوں دفتر مجلس خدام الاحمدیہ کا افتتاح۔

اپریل: مجلس مرکزیہ کے تحت ربوہ روئنگ کلب کا قیام۔

۱۱ مئی: ربوہ میں علیحدہ قیادت کا قیام۔

اکتوبر: رسالہ 'خالد' کا اجراء۔

۱۹۵۳ء

فروری: مجلس میں شعبہ تحریکِ جدید کا قیام۔

مارچ: جماعت کے خلاف عام فسادات۔ ہر جگہ افرادِ جماعت کی حفاظت کے لئے خدام نے ڈیوٹیاں دیں۔

مارچ: لوائے احمدیت کا نیا کپڑا تیار کرانے کے لئے رفقاء حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ذریعہ کپاس تیار کروائی۔

۱۹۵۴ء

خدام الاحمدیہ کا سال فروری کی بجائے یکم نومبر سے شمار کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔

جولائی: گورنر جنرل کے امدادی فنڈ برائے مشرقی پاکستان میں مجلس مرکزیہ کا عطیہ۔

اگست: مشرقی پاکستان میں سیلاب اور خدامِ مشرقی پاکستان کی شاندار خدمات۔

ستمبر: پنجاب میں سیلاب اور خدام کی یادگار مساعی۔

۷ نومبر: مجلسِ عالمگیر کی طرف سے حضرت مرزا ناصر احمد صاحب کی خدمت میں الوداعی ایڈریس۔

نومبر: صوبائی نظامِ قیادت کا قیام۔

۱۹۵۵ء

جنوری تا جون: دستورِ اساسی پر نظرِ ثانی۔

فروری: زلزلہ کوئٹہ (۱۲؍فروری)۔ مرکزی مجلس کی طرف سے عطیہ۔ مجلس کوئٹہ کی شاندار خدمات۔

۲۳؍اپریل: عَلمِ انعامی کے علاوہ دیہاتی اور شہری مجالس کے لئے علیحدہ علیحدہ انعام۔

جون: شعبہ مجالسِ بیرون مرکزیہ کا قیام۔

اگست: مشرقی پاکستان میں زبردست سیلاب۔ مرکزی مجلس کی طرف سے خصوصی عطیہ۔ خود سیلاب میں گھرے ہونے کے باوجود خدام کی شاندار مساعی۔ امدادی امور کے صوبائی وزیر کا معائنہ رلیف سنٹر میرپور کالونی (۴؍ستمبر)

اکتوبر: مغربی پاکستان میں عدیم النظیر سیلاب۔ مجلس ربوہ کے مختلف جگہوں پر امدادی سنٹر۔ مقامی مجالس خدام الاحمدیہ کی طرف سے خدمتِ خلق کا شاندار ریکارڈ۔

نومبر: مجلس واشنگٹن (امریکہ) کے تعاون سے مجلس مرکزیہ نے بڑی فولڈنگ بوٹ خریدلی۔

دسمبر: خدام سے متعلق حضرت امام جماعتِ احمدیہ کے ارشادات "مشعلِ راہ" پر نظرِ ثانی کر کے ہر شعبہ کے متعلق علیحدہ علیحدہ ارشادات کو جمع کیا گیا۔ "خالد" کا خاص نمبر صرف مشعلِ راہ پر مشتمل تھا۔

۱۹۵۶ء

۱۹؍اکتوبر: عہد خدام الاحمدیہ میں "امامتِ احمدیہ" کے متعلق ترمیم۔

" قیام مکتبہ خدام الاحمدیہ۔

۱۹۵۷ء

جون: ماہنامہ "تشحیذ الاذہان" کا اجراء۔

جولائی: مجالس میں تربیتی کلاسز منعقد کرنے کی سکیم۔

یکم تا ۷؍اگست: ہفتہ تحریکِ جدید منایا گیا۔

۱۹۵۸ء

۲۰؍فروری: حضرت مصلح موعود نے مجلس کراچی کی فضلِ عمر فری ڈسپنسری و لائبریری کی بنیاد رکھی۔

جولائی: موجودہ عہد خدام الاحمدیہ کی ترویج۔

" چار سال کے تعطّل کے بعد مرکزی تربیتی کلاس کا انعقاد۔

۱۹۵۹ء

۸؍مارچ: چیف کمشنر کراچی نے فضلِ عمر ڈسپنسری کا افتتاح کیا۔

۸؍مئی: مجلس راولپنڈی کی طرف سے فضلِ عمر ہومیو ڈسپنسری کا قیام۔

" اجتماع پر حضرت امام جماعتِ احمدیہ نے خدام سے عہد لیا کہ وہ دعوتِ دینِ حق اور نظامِ قدرتِ ثانیہ کے استحکام کے لئے کوشش کرتے رہیں گے اور یہ عہد چار ہزار سال تک دُہرایا جانا چاہیئے۔

۱۹۶۰ء

۲۳؍اکتوبر: محترم صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب کی خدمت میں مجلس عالمگیر کا الوداعی ایڈریس۔

نومبر: مجلس ربوہ کے تحت پہلا فضلِ عمر اوپن بیڈمنٹن ٹورنامنٹ۔

۱۹۶۱ء

مجلس کے رکن پروفیسر عبدالسلام صاحب کو صدرِ مملکت پاکستان کا سائنسی مشیر مقرر کیا گیا۔

مجلس ماریشس کا پہلا تربیتی کیمپ۔

۱۹۶۲ء

۳۱ جنوری تا ۲ فروری: مجلس ربوہ کے تحت دوسرا اوپن فضل عمر بیڈمنٹن ٹورنامنٹ۔ گورنر مغربی پاکستان کا خصوصی پیغام۔

۱۹-۲۰-۲۱ اکتوبر: سالانہ اجتماع میں حضور کا ٹیپ شدہ پیغام بار بار سنایا گیا۔

۲۰ اکتوبر: مرکزی ہال خدام الاحمدیہ کا سنگِ بنیاد۔

۳۰ اکتوبر: محترم سید میر داؤد احمد صاحب صدر مجلس کی خدمت میں الوداعی پارٹی۔

۴-۵ نومبر: مجالس مشرقی پاکستان کا برہمن بڑیہ میں پہلا سالانہ اجتماع۔

۲۷ دسمبر: پچاس عالمگیر زبانوں کا اجلاس شعبہ تحریکِ جدید کے تحت۔

۱۹۶۳ء

فروری: اطفال کے لئے تمغہ رائج کیا گیا۔

مئی: مشرقی پاکستان میں ہلاکت خیز طوفان۔ مجلس چٹاگانگ کی قابلِ قدر مساعی۔ مرکز کی طرف سے ایک ہزار روپیہ ارسال کیا گیا۔

۳۰ اگست: مجلس کراچی کی فضلِ عمر لائبریری کا افتتاح جناب علامہ نیاز فتحپوری کے ہاتھوں۔

۲۵-۲۶-۲۷ اکتوبر: مرکزی سالانہ اجتماع میں نمائش کا انتظام۔ بعض بیرونی ممالک کے خدام کی اجتماع میں شرکت۔

۲۹ نومبر تا ۵ دسمبر: شعبہ صنعت و تجارت کے تحت پہلی صنعتی تربیتی کلاس۔

اطفال کے لئے علمِ انعامی کی سکیم۔

اطفال کے پروگرام میں یومِ والدین کی مشق کا اضافہ۔

۱۹۶۴ء

اپریل: اطفال کے لئے علیحدہ عہد کی منظوری۔

مئی: "قدرتِ ثانیہ" کے دوسرے دور پر پچاس سال مکمل ہونے پر تجدیدِ عہدِ استحکامِ "نظامِ قدرتِ ثانیہ"۔

جون: تھامس کپ انٹرنیشنل بیڈمنٹن ٹورنامنٹ ٹوکیو میں عالمی چیمپئن شپ انڈونیشیا کے دو خدام نے جیت لی۔

۲۵-۲۶-۲۷ ستمبر: شعبہ صحتِ جسمانی کے تحت پہلا آل پاکستان کبڈی ٹورنامنٹ۔

۱۹۶۵ء

۱۸ اپریل: تعمیر ہال کا افتتاح۔ تین سو تیرہ روپے دینے والے احباب کی سکیم کا اجراء۔

۵ تا ۲۲ جون: ہفتہ اطفال کا پہلی بار انعقاد۔

یکم ستمبر: جدوجہدِ آزادیٔ کشمیر میں خدمات کی پیشکش۔

۲۳-۲۴ اکتوبر: سالانہ اجتماع ملکی حالات کی وجہ سے نہ ہوسکا تاہم مجلس شوریٰ منعقد ہوئی۔ اجتماع کی تمام رقم قومی دفاعی فنڈ میں دے دی گئی۔

۷ نومبر: بانیٔ خدام الاحمدیہ سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد المصلح الموعود کی المناک رحلت۔

نومبر: مجالس خدام الاحمدیہ کی طرف سے حضرت امام جماعتِ احمدیہ الثالث کی خدمت میں اقرارِ فرمانبرداری۔

۲۰ دسمبر: حضور نے خدام کو ماٹو دیا "تیری عاجزانہ راہیں اُس کو پسند آئیں"۔

۱۹۶۶ء

۷ اکتوبر: وقفِ جدید دفتر اطفال کا قیام۔

۲۱ تا ۲۳ ر اکتوبر: قدرتِ ثانیہ کے تیسرے دَور کا پہلا سالانہ اجتماع۔

۱۹۶۰ء سے یہ پہلا موقع تھا جب امامِ وقت نے خدّام کے سالانہ اجتماع پر خطاب فرمایا۔ ۱۹۶۰ء کے بعد پہلی بار مقامِ اجتماع پر خدّام نے خیمے نصب کئے۔

یکم ، ۲ ر نومبر: مجلسِ ماریشس کا پہلا سالانہ اجتماع۔

۱۹۶۷ء

۷ تا ۹ ر اپریل: پہلی مرتبہ ایوانِ محمود میں جماعتِ احمدیہ کی مجلسِ مشاورت کا انعقاد۔

مرکزی رسائل پانچ ماہ بند رہے۔

۱۹۶۸ء

مارچ: پہلا دو روزہ آل پاکستان والی بال ٹورنامنٹ۔

مجالسِ برطانیہ کا پہلا سالانہ اجتماع۔

۱۹۶۹ء

اپریل: مجلسِ خدّام الاحمدیہ کے چھ امتحانوں پر مشتمل نصاب کی منظوری۔

۱۷-۱۸-۱۹ ر اکتوبر: سالانہ اجتماع پر پہلی مرتبہ صنعتی نمائش کا اہتمام۔

۱۹ ر اکتوبر: حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب سابق صدر مجلسِ عالمگیر کا خراجِ تحسین۔

۲۹ ر اکتوبر: ایوانِ محمود میں مرکزی لائبریری خدّام الاحمدیہ مرکزیہ کا افتتاح حضور نے فرمایا۔

۱۹۷۰ء

یکم فروری: ایوانِ محمود میں کمرشل انسٹی ٹیوٹ کا اجراء۔

۸ ر فروری: مرکزی لائبریری میں علمی مجالس کا آغاز۔

فروری: ایوانِ محمود میں مرکزی ہیلتھ کلب اور بیڈمنٹن کلب کا افتتاح۔

نومبر: شعبہ اُمورِ طلباء کا قیام۔

دسمبر: سیلاب زدہ علاقے میں خدّام مشرقی پاکستان کی اَنتھک مساعی۔ مجلسِ مرکزیہ نے ایک ہزار روپیہ بطور امداد بھیجا۔

"خدام الاحمدیہ...... ایک اخلاقی اور تربیتی تنظیم ہے۔" (حضرت مصلح موعودؓ)

اخبارِ مجالس

(مرتبہ: ناصر احمد طاہر)

شعبہ خدمتِ خلق

"خدمت کرو اور کرتے جاؤ تمہارا نام خدام الاحمدیہ ہے۔" (حضرت مصلح موعود)

٭ مجلسِ خدام الاحمدیہ ملیر نے قیادت ضلع کراچی کی ہدایات کے مطابق مورخہ ۵ جنوری ۱۹۹۰ء کو بہاؤ الدین زکریا ایکسپریس کے حادثہ میں زخمی ہونے والوں کے لئے خون کی فراہمی کی خاطر عطیہ خون کے حصول کا ایک کیمپ لگایا احمدی وغیراز جماعت مرد وزن نے عطیہ خون دیا۔ کل ۱۴۸ بوتل خون جمع کیا گیا۔ یہ کیمپ فاطمیہ بلڈ ٹرانسفیوژن سروس کی معاونت میں لگایا گیا۔

٭ جلسہ سالانہ قادیان کے سلسلہ میں پاکستان بھر سے تقریباً ۱۰۰۰ مہمان لاہور تشریف لائے۔ جلسہ سے واپسی پر بھی لاہور میں قیام ہؤا۔ ان میں بیرون ممالک کے وفود بھی شامل تھے ان کی خدمت کے لئے مجالس ہائے ضلع لاہور نے خدمتِ خلق کے فرائض سرانجام دیئے۔ ان کی ضروریات کو پورا کیا۔ چائے اور کھانا پیش کیا اور ان کے سامان اور آمد و رفت کے مسائل کو حل کیا گیا۔ اس کام میں کل ۱۰ مجالس نے حصہ لیا جن کے ۲۹۰ خدام شامل تھے۔ ۱۰ روز تک یہ کام جاری رہا (۱۴ تا ۱۷ دسمبر اور ۲۰ تا ۲۵ دسمبر ۱۹۸۹ء)۔

٭ مجلس خدام الاحمدیہ مغلپورہ لاہور کے ۲۳ خدام نے ۲۵ دسمبر کے جلسہ کے موقع پر خدمتِ خلق میں حصہ لیا۔ ۲۰۰۰ احباب کو کھانا کھلایا گیا۔ کھانے کی تیاری و پکوائی اور برتنوں کی صفائی میں خدام نے حصہ لیا۔ سالن کی بچی ہوئی دیگیں اور روٹیاں احمدی اور غیراز جماعت گھرانوں میں تقسیم کی گئیں نیز ۱۱۳ مریضوں کی عیادت و بیمارپرسی کی گئی۔ ۱۱۷ کپڑے تقسیم ہوئے۔

٭ مجلس خدام الاحمدیہ شاہدرہ ٹاؤن لاہور نے ۲۲ تا ۲۹ نومبر ۱۹۸۹ء ہفتہ خدمتِ خلق منایا۔ بیوگان میں راشن اور سوشل سکیورٹی ہسپتال میں مریضوں میں پھل تقسیم کیا گیا۔ ایک مریض (جس کے گردے ناکارہ ہو چکے ہیں) کے علاج کے لئے ایک خادم نے انفرادی کوشش سے ڈیڑھ لاکھ روپے اکٹھے کئے۔

٭ مجلس خدام الاحمدیہ حلقہ شاہین پارک مغلپورہ لاہور نے ۱۵۲ کپڑے تقسیم کئے اور ۱۰۰ مستحقین میں کھانا تقسیم کیا۔

٭ مجلس خدام الاحمدیہ وحدت کالونی لاہور نے ۱۱۰ گرم کپڑے ۹۶ مستحقین میں تقسیم کئے۔ مجلس کی فری ڈسپنسری

سے ۲۰ خدام نے استفادہ کیا ۳ خدام نے خون کا عطیہ دیا ۸ خدام نے ۲۱ مریضوں کی عیادت کی اور پھل پیش کئے اور ۳۲۰ روپے تقسیم کئے ۳۵ خدام اور ۳۷ اطفال سے درسی کتب حاصل کر کے ۲۱ خدام ۲۲ اطفال اور ۱۲ غیر از جماعت مستحقین میں تقسیم کی گئیں۔

٭ مجلس خدام الاحمدیہ میرا بھڑکا میرپور آزاد کشمیر نے ایک فرد کی مالی امداد کی ۱۸ افراد کا علاج کروایا ۲ افراد کی عیادت کی۔

وقارِ عمل

"اس تحریک سے دو ضروری فوائد حاصل ہونگے ایک تو نکما پن دور ہوگا دوسرے غلامی کو قائم رکھنے والی روح کبھی پیدا نہ ہوگی۔"
(حضرت مصلح موعود)

٭ ماہ نومبر ۱۹۸۹ء میں مجلس خدام الاحمدیہ مقامی ربوہ کے تحت ۲۲ مجالس نے ۵۶ وقارِ عمل کئے ۹۶۴ خدام شامل ہوئے ۷۶ گھنٹے وقت صرف ہوا۔ ان مجالس میں ناصر ہوسٹل، گولبازار، دارالعلوم جنوبی، دارالعلوم شرقی، دارالنصر وسطی، دارالرحمن، دارالبرکات، دارالصدر جنوبی، دارالنصر غربی، نصیر آباد، طاہر آباد، چھنیاں، دارالنصر شرقی، طاہر ہوسٹل، باب الابواب، دارالفتوح، دارالعلوم غربی، فیکٹری ایریا، بیت المبارک، ناصر آباد اور دارالیمن وسطی شامل ہیں۔

٭ قیادت ضلع لاہور کے تحت ماہ دسمبر ۱۹۸۹ء میں ۴ وقارِ عمل ہوئے ۲۳۰ خدام شامل ہوئے ۱۸ ½ گھنٹے وقت صرف ہوا۔ ان وقارِ عملوں میں مغلپورہ، سلطانپورہ، ہانڈو گجر، اڈہ چھبیل اور باٹا پور کی مجالس شامل ہوئیں۔

٭ قیادت خدام الاحمدیہ ضلع سکھر، شکارپور، جیکب آباد کے زیرِ انتظام یکم دسمبر ۱۹۸۹ء کو خدام اور اطفال نے وقارِ عمل کیا۔ جگہ ہموار کی۔ کھیلوں کے میدان بنائے۔ البیت کی صفائی اور رنگ و روغن کیا ۱۵ خدام ۲ اطفال اور ۲ انصار شامل ہوئے۔

٭ مجلس خدام الاحمدیہ نوکوٹ ضلع تھرپارکر سندھ نے ۲۱ دسمبر ۱۹۸۹ء کو نصرت آباد کے ساتھ مل کر قبرستان میں وقارِ عمل کیا ۲ گھنٹے تک ۲۵ خدام اور ۱۶ اطفال نے کام کیا۔

٭ ۱۰ نومبر ۱۹۸۹ء کو چک نمبر ۹ پنیار ضلع سرگودھا کے خدام و اطفال نے ۳ ½ گھنٹے وقارِ عمل کیا۔

٭ مجلس خدام الاحمدیہ میرا بھڑکا نے ۲ اجتماعی وقارِ عمل کئے جن میں ۴۳ خدام نے حصہ لیا اور ۱۰ گھنٹے کام ہوا۔ ۱۰ خدام نے تین گھنٹے کام ایک انفرادی وقارِ عمل میں کیا۔

٭ مجلس خدام الاحمدیہ وحدت کالونی لاہور میں ۱۵ دسمبر کو شالی وقارِ عمل ہوا ۱۱۲ خدام شامل ہوئے۔

"غزل آپ کے لئے" کا پس منظر

سیدنا حضرت امام جماعتِ احمدیہ رابع نے خطبہ جمعہ ۱۲ جنوری ۱۹۹۰ء میں فرمایا:۔

"ایک اور رؤیا جو پچھلے دنوں دیکھی جس کے نتیجے میں مَیں نے ایک غزل کہی۔ غزل تو جماعت تک پہنچ چکی ہے لیکن اس کا پس منظر نہیں پہنچا۔ اِس لئے مَیں وہ بھی بتا دینا چاہتا ہوں۔ پچھلے دنوں ہم نے سوچا کہ دسمبر میں چونکہ ربوہ میں جلسہ نہیں ہو سکتا اس لئے کثرت کے ساتھ جماعتوں میں جلسے کئے جائیں اور اللہ کے فضل کے ساتھ جو رپورٹیں مِل رہی ہیں بہت ہی بھرپور جلسے سارے پاکستان میں ہوئے ہیں اور دوستوں کے بڑے اطمینان کے بہت ہی خط نصیب ہو رہے ہیں کہ بڑی مدّت کے بعد دل کی یہ خلش دُور ہوئی اور جو اس جلسے میں لُطف آیا ہے اگرچہ یہ سالانہ جلسہ نہیں تھا اور وہ ربوہ والی کیفیّت نہیں تھی مگر چھوٹے پیمانے پر ہونے کے باوجود بہت ہی زیادہ ایمان افروز اور تسکین بخش تھا۔ چونکہ مَیں عموماً جلسے کے موقعے پر کوئی نظم پیش کیا کرتا ہوں، مَیں نے ایک غزل بھجوائی تھی جس کا عنوان تھا "غزل آپ کے لئے"۔ وہ عام دستور سے کچھ ہٹی ہوئی ہے اور شاید سُننے والوں نے تعجب بھی کیا ہو کہ مجھے یہ کیا سُوجھی اِس طرز پر غزل کہنے کی اور کیا مقصد ہے تو چونکہ ایک خواب کے نتیجے میں یہ کہی گئی تھی اِس لئے مَیں وہ خواب آپ کو بتانا چاہتا ہوں۔

مَیں نے رؤیا میں دیکھا کہ کوئی عزیز ہے وہ میرے لئے ایک مصرعہ پڑھتا ہے اور وہ مصرعہ خواب میں بالکل موزوں ہے یعنی باقاعدہ باوزن مصرعہ ہے لیکن اُٹھنے کے بعد پورا یاد نہیں رہا لیکن آخری حصہ اس کا یاد رہا جس کے مطابق پھر یہ غزل کہی گئی۔ مضمون اس کا یہ تھا کہ لوگ آجکل کے اس زمانے میں، ابتلاء کے زمانے میں ایسے ایسے اچھے شعر لکھ کر آپ کو بھجواتے رہتے ہیں، نظمیں کہتے رہتے ہیں تو اجازت ہو تو مَیں بھی کہوں اِک غزل آپ کے لئے۔

"غزل آپ کے لئے" کے لفظ بعینہٖ وہی ہیں جو رؤیا میں دیکھے گئے تھے اور یہ کہوں مَیں یا کیا الفاظ تھے اس کی تفصیل یاد نہیں رہی۔ چنانچہ اس "آپ کے لئے" کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے جو مَیں نے غزل کہی اس کے پہلے چند اشعار اور آخری دراصل نعتیہ ہیں وہ مَیں نے حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو مخاطب کر کے کہے ہیں اور بیچ کے چند اشعار دوسرے مضامین کے بھی ہیں۔ لیکن یہ مَیں سمجھا دینا چاہتا ہوں کہ وہ مَیں اپنے متعلق نہیں کہہ رہا (نعوذ باللہ مِن ذٰلک)۔ مَیں نے خود اپنے متعلق تو وہ غزل نہیں کہی تھی۔ اگرچہ کسی اور کے خیال سے بعض دفعہ انسان اپنے متعلق بھی ایک آدھ شعر کہہ لیتا ہے کسی کی زبان میں کہ گویا تم یہ چاہتے ہو کہ مجھے یہ پیغام دو۔ ایسے بھی ایک دو شعر اس میں ہیں لیکن دراصل اس کے اکثر اشعار نعتیہ ہیں، پہلے چند اور آخری خصوصیّت کے ساتھ۔ تو یہ اس کا پس منظر ہے جو امید ہے معلوم ہونے کے بعد اِس غزل کی طرز بھی سمجھ آجائے گی کہ کیا طرز ہے"۔

MONTHLY **KHALID** RABWAH

Regd. No. L5830 FEBRUARY 1990

غزل آپ کیلئے

حضرت امام جماعت احمدیہ کا تازہ منظوم کلام

گُلشن میں پھول باغوں میں پھل آپ کے لئے
جھیلوں پہ کھِل رہے ہیں کنول آپ کے لئے

میری بھی آرزو ہے اجازت ملے تو مَیں
اشکوں سے اِک پروؤں غزل آپ کے لئے

پلکیں بنیں حکایتِ دل کے لئے قلم
ہو روشنائی آنکھوں کا جَل آپ کے لئے

اِن آنسوؤں کو چرنوں پہ گرنے کا اِذن ہو
آنکھوں میں جو رہے ہیں مَچل آپ کے لئے

دِل آپ کا ہے، آپ کی جاں، آپ کا بدن
غم بھی لگا ہے جانگسل آپ کے لئے

مَیں آپ کا ہُوں پر یہ میری زندگی نہیں
جس زندگی کے آج نہ کل آپ کے لئے

اب حسرتیں بسی ہیں وہاں، آرزوؤں نے
خوابوں میں جو بنائے محل آپ کے لئے

گو آ رہی ہے میرے ہی گیتوں کی بازگشت
نغمہ سَرا ہیں دشت و جبل آپ کے لئے

گرہیں تمام کھُل گئیں جُز آرزوئے وصل
رکھ چھوڑا ہے اِس عُقدے کا حل آپ کے لئے

کل آنے کا جو وعدہ تھا آکر تو دیکھتے
تڑپا تھا کوئی کِس طرح کل آپ کے لئے

ہر لمحۂ فراق ہے عمرِ درازِ غم
گزرا نہ چَین سے کوئی پَل آپ کے لئے

آجائیے کہ سکھّیاں یہ مِل مِل کے گائیں گیت
موسم گئے ہیں کتنے بدل آپ کے لئے

ہم جیسوں کے بھی دِید کے سامان ہو گئے
ظاہر ہُوا تھا حُسنِ ازل آپ کے لئے